پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

982

اتوار 18 شوال 1442ھ
مطابق 30 مئی 2021ء

بچوں کا اسلام

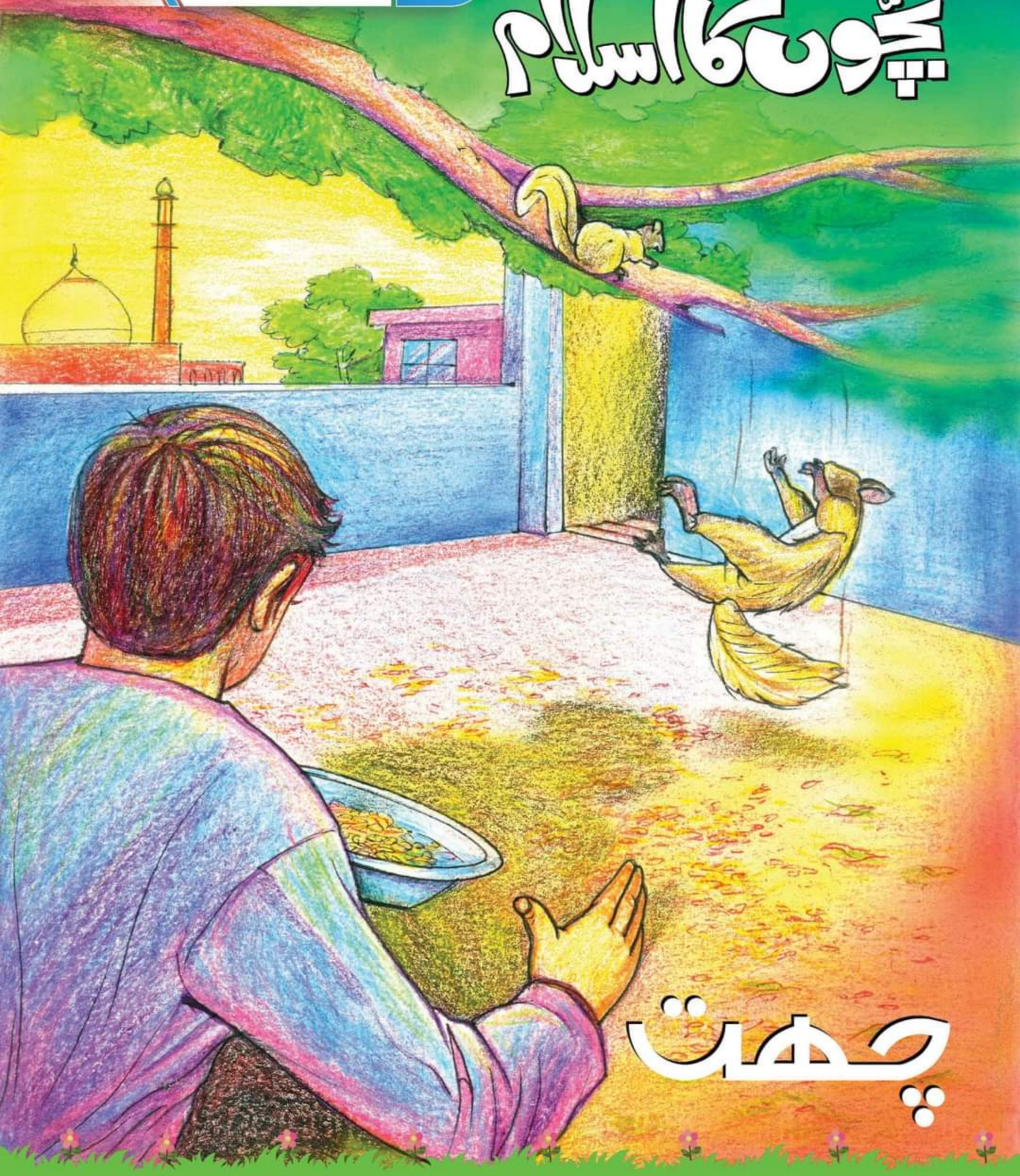

چھت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے بچو

کیا آپ نے اُن لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جنھیں سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُن کو منع کر دیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں، جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا، اُن کے لیے جہنم کافی ہے۔ ﴿سورۃ المجادلہ: آیت 8﴾

اللہ کی نافرمانی والے کام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خوشی اور ناخوشی دونوں صورتوں میں اللہ اور اُس کے رسول کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے، جب تک کسی گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو پھر سننا اور اطاعت کرنا ضروری نہیں (بلکہ اُس ناجائز اور حرام کام کو ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے)۔'' ﴿صحیح بخاری﴾

دستک

میرا سوہنا شہر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بچوں کا اسلام کے ایک نوجوان شیدائی، بھائی عثمان یاسین جو کبیر والا سے مکتبی، وہاڑی سے آبائی اور کراچی شہر سے بالائی نسبت رکھتے ہیں، آج ملاقات کی غرض سے دفتر تشریف لائے تھے۔ اُن کے ہم قدم کشادہ جبیں جناب عبدالوحید بھی تھے۔

دونوں بھائیوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔

جہاں دوسری باتیں ہوئیں، وہیں اثنائے گفتگو عثمان بھائی نے اپنی تحریر 'میرا سوہنا شہر وہاڑی' کی بابت بھی ہم سے استفسار کیا۔

ہمیں نجانے کیوں یہ خیال گزرا کہ وہاڑی پر تو تعارف شائع ہو چکا ہے، انھوں نے بتایا کہ ایسا نہیں ہے۔ وہاڑی شہر کا تعارف ابھی تک نہیں چھپا۔

اِس بات پر ہمیں اپنی ایک حالیہ الجھن یاد آ گئی۔ سوچا کہ کیوں نہ آج دستک میں یہی الجھن قارئین کے سپرد کر کے اُن سے سلجھانے کی درخواست کی جائے۔

تو قارئین! یہ تازہ الجھن سلسلہ 'میرا سوہنا شہر' سے متعلق ہی ہے۔ اِس سلسلے کو اللہ تعالیٰ نے بہت مقبولیت سے نوازا۔ شاید دو سال قبل یہ سلسلہ شروع ہوا، تب سے اب تک بے شمار قارئین نے اپنے اپنے سوہنے شہروں کا سوہنا تعارف لکھ کر ہمیں بھیجا جو اہتمام سے شائع ہوا۔ کئی شہروں کے تعارف کو تو بہت زیادہ پسند کیا گیا اور اِس سلسلے کو کتابی شکل میں لانے کی فرمائش بھی ہوتی رہی۔

دراصل ہم نے شروع سے شعوری کوشش کی کہ اِس تعارفی سلسلے کی تحریروں کو حتی الامکان ردی کی ٹوکری سے دور رکھنا ہے۔ چاہے کسی شہر کے نامکمل تعارف پر کتنی ہی محنت کرنی پڑے، نئے سرے سے کتابیں کھنگال کر خود ہی کیوں نہ لکھنا پڑے، مگر ملکِ عزیز کی سوہنی بستیوں کو رسالے کے صفحات پر ضرور جلوہ گر کرنا ہے۔

اِن دنوں مگر اِس سلسلے کے حوالے سے ایک مسئلہ پیش آنے لگا ہے، وہ یہ کہ اس سلسلے کی جب کوئی تازہ تحریر ہمیں ملتی ہے تو شہر کا نام دیکھ کر ہم کافی دیر تذبذب میں رہتے ہیں کہ اِس شہر کا تعارف کہیں بچوں کا اسلام میں پہلے شائع تو نہیں ہو چکا.....؟

چوں کہ ہم نے اُن شہروں کی کوئی فہرست تو کبھی بنائی نہیں، جن کا تعارف شائع ہو چکا ہے، اِس لیے سلسلے کی کسی تازہ تحریر کو دیکھ کر اگر کھٹک ہو جائے تو کئی رسالے کھنگالنے پڑتے ہیں کہ کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

اور کئی بار رسالوں کا کھنگالنا کام بھی آیا کہ غلطی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ابتدا میں ہم لکھنے والوں پر اعتماد کیے رہے کہ وہ اپنے شہر پر تعارف پڑھ کر دوبارہ نہیں لکھیں گے، لیکن معلوم ہوا کہ صرف لکھنے والوں پر یہ فیصلہ نہیں چھوڑا جا سکتا، کیوں کہ کسی بھی وجہ سے ایک آدھ ہفتے کا رسالہ کسی قاری سے رہ سکتا ہے۔ اگر اتفاق سے اُسی رسالے میں اُن کے شہر کا تعارف شائع ہو جائے تو ظاہر ہے وہ اِس سے ناواقف رہیں گے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ کئی ایسے شہروں کے تعارفی مضامین بارِ دگر ہمیں موصول ہوئے، جو پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً ہمارے اسم سے موسوم شہر فیصل آباد کا خوبصورت تعارف ابھی قریب ہی میں شائع ہوا۔ شائع ہونے کے کچھ ہی دنوں کے بعد ایک اور فیصل آبادی بھائی نے اپنے شہر کا بہت تفصیلی تعارف ہمیں لکھ بھیجا، اور سچی بات ہے کہ ہمیں خاص طور پر فیصل آباد پر کی گئی اتنی محنت کو ردی برد کرتے ہوئے بہت دکھ ہوا۔

تفنن برطرف، قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ قارئین میں سے وہ ایک پیارا سا قاری کون ہے جو ایک کام کر سکے؟ وہ یہ کہ 'میرا سوہنا شہر' سلسلے میں اب تک جتنے شہروں کا تعارف شائع ہوا ہے، اُن تمام شہروں کا نام شمارہ نمبر کے ساتھ ہمیں لکھ بھیجے۔ ہم اس فہرست کو بچوں کا اسلام میں شائع کر دیں گے، یوں ہمیں اور قارئین دونوں کو فائدہ ہوگا۔

ہم اِس باہمت قاری کے مشکور ہوں گے۔ کتاب شائع ہوگی تو اُس کے دیباچے میں بھی اُن کا نام ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ!

آخر میں اسی سلسلے کے حوالے سے ایک اور درخواست کے ساتھ اجازت چاہیں گے کہ براہِ کرم نئے لکھنے والے اپنے سوہنے شہر پر تعارف لکھنے سے قبل اِس سلسلے کے کم از کم آٹھ دس مضامین ضرور پڑھ لیا کریں، تاکہ وہ تعارف میں تمام ضروری باتوں کا احاطہ کر سکیں۔ کیوں کہ تعارف جامع ہو، تبھی لطف آتا ہے۔

والسلام محمد فیصل شہزاد

خط و کتابت کا پتا دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: bkislam4u@gmail.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 1000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے دو میگزین 20000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

مسلم فاتحین قدم بہ قدم 11

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ابو حنظلہ سعدی

غزنی کی حکومت سنبھالتے ہی سلطان محمود نے اپنی دِلی خواہش کی تکمیل کا عزم تو کر لیا تھا، لیکن اِس سے پہلے غزنی سلطنت کو مضبوط بنانا بھی ضروری تھا... تاکہ ہندوستان جیسے بڑے ملک سے پورے اعتماد کے ساتھ ٹکرایا جا سکے... چناں چہ سلطان محمود نے پہلے اُن علاقوں کو سرنگیں کرنے کا ارادہ کیا جو اُس کے لیے کسی بھی لحاظ سے خطرہ ثابت ہو سکتے تھے۔

اِس سلسلے میں سلطان نے طویل جنگی مہمات سر کیں... نیشا پور میں بغاوت کی آگ بھڑکتی دیکھ کر اُسے ٹھنڈا کیا، جب کہ خراسان پر مکمل قبضے کے لیے سامانی امرا سے بھی کشمکش جاری رہی۔

سلطان محمود نے اپنی جنگی حکمتِ عملی سے اُٹھنے والی بغاوتوں کو کچھ اِس انداز سے دَبایا کہ پھر اُنھیں سر اُٹھانے کا موقع نہ ملا، اور پیش قدمی کرتے ہوئے خراسان اور بخارا کے علاقوں کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا... لیکن اِس مسلسل خانہ جنگی کی وجہ سے سلطان محمود کا کافی مالی اور جانی نقصان ہو چکا تھا، جسے پورا کرنے کے لیے وقت اور ذرائع کی اشد ضرورت تھی۔

دِن تیزی سے گزر رہے تھے۔ سلطان محمود اکثر اِس سوچ میں گم ہو جاتا تھا کہ اگر راجا جے پال نے ایک بار پھر اُن پر حملہ کر دیا تو اِن حالات میں اُس سے ٹکر لینا آسان نہیں ہوگا۔

اُنھی دِنوں سیستان سے آئے ہوئے دو باشندے اُس کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا:

''ہم اپنے گاؤں میں ایک جگہ کنواں کھود رہے تھے کہ مختصر کھدائی کے بعد زمین پتھر کی مانند سخت ہو گئی۔ ہم نے تھوڑی مزید مٹی ہٹائی تو وہ پتھر نہیں بلکہ کوئی چمکتی ہوئی چیز تھی۔ ہماری گزارش ہے کہ سلطان ہمارے ساتھ چند لوگ روانہ کر دیں، جو دیکھ کر بتا سکیں کہ وہ کیا چیز ہے؟''

سلطان نے اُن کی بات توجہ سے سنی اور اپنے چند خاص لوگوں کو اُن کے ہمراہ بھیج دیا۔ جب اُس کنوئیں والی جگہ پر مزید کھدائی کی گئی تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ سخت چیز دراصل سونے کی ایک کان تھی۔

اِن حالات میں یوں بیش بہا سونا مل جانا کسی غیبی مدد سے کم نہیں تھا، اِس سونے سے وہ سارا نقصان پورا ہو گیا جو اِسماعیل سے لڑائی کے دوران ہوا تھا۔

اُس وقت خلافتِ عباسیہ میں خلیفہ القادر باللہ مسندِ نشین تھا۔ اسلامی نظام کے مطابق دُنیا کی تمام اِسلامی ریاستیں اور سلطنتیں، خلافت کے ماتحت آتی تھیں۔ خلافتِ عباسیہ جو کبھی مسلمانوں کے اتفاق اور اتحاد کی علامت ہوا کرتی تھی، اب اُس کی حیثیت برائے نام رہ گئی تھی۔ مفاد پرست مسلمانوں میں دولت اور حکومت کی ہوس نے اُن کو باہم دست و گریبان کر رکھا تھا، لیکن اَمیر سبکتگین نے اپنی زندگی میں خلافت سے کبھی تعلق نہیں توڑا تھا۔ سلطان محمود نے بھی اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی عظمت اور تقدّس کو برقرار رکھا۔ خراسان اور بخارا کو سلطنتِ غزنی میں شامل کرنے کے بعد اُس نے عباسی خلیفہ القادر باللہ کو ایک خط لکھا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ عالمِ اِسلام کو سلامت رکھے، اور خلافتِ عباسیہ تا قیامت مسلمانوں کا مرکز اور محور بنی رہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، عالمِ اِسلام پر خانہ جنگی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ مجھے بھی اپنے اُن پڑوسی مسلمان حکمرانوں سے جنگ لڑنا پڑی جو ملّتِ اِسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے میں لگے ہوئے تھے اور ہر ٹکڑے پر اپنی حکومت جتلا کر مسلمانوں کو تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اُنھیں صلح و صفائی کا پیغام بھیجا، عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے سے منع کیا... لیکن اُنھوں نے میرے نرم لہجے اور اَمن پسند طبیعت کو میری بزدلی سمجھا اور مقابلے پر اُتر آئے۔ اُنھوں نے اتنی جلدی حالات خراب کر دیے کہ میں آپ سے اجازت نہ لے سکا، اور مجھے فوراً جنگی کارروائی کرنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے مال و اَسباب کی کمی کے باوجود مجھے اِن منافقوں کے مقابلے میں کام یابی عطا فرمائی۔ میں نے اِسلام کے اِن غدّاروں اور باغیوں سے خراسان اور بخارا کو چھڑا کر سلطنتِ غزنویہ میں شامل کر لیا ہے۔ بظاہر تو یہ کام یابی اور خوشی کی بات ہے، لیکن میں اِسے خوشی کی بات نہیں سمجھتا... کیوں کہ یوں آپس میں لڑ کر ہم نے وہ فوج ضائع کر دی جسے اِسلام کو ہندوستان کے بت خانوں میں پہنچانے کے لیے کافروں سے لڑنا تھا۔

خلیفہ محترم! میں غزنی کی سلطنت کی وسعت کا خواہاں نہیں ہوں، میں اِسلام کا فروغ چاہتا ہوں۔ میں اِسلام کو ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں تاج سر پر سجا کر تخت نشین ہونا نہیں چاہتا، مجھے ہندوستان کے بت للکار رہے ہیں۔ راجا جے پال تمام ہندو راجاؤں کے ساتھ مل کر غزنی پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اگر میں اِسلام کو بچانے کے لیے جے پال کے مقابلے کے لیے آگے بڑھتا ہوں تو مجھے خطرہ ہے کہ تاج و تخت کے لالچ میں کہیں میرے اپنے مسلمان بھائی میرے پیٹھ پیچھے وار نہ کر دیں۔ یوں غزنی کے مجاہدین کے لیے ہندو اور مسلمان ایک ہو جائیں گے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ سامانیوں، طبرستانیوں، غوریوں اور ایل خانیوں کو سمجھائیں کہ ہم سب مسلمان ایک اُمت ہیں۔ اُن سے کہیں کہ مرکز سے ٹوٹ کر کوئی بھی مسلمان ریاست نہیں بچے گی۔ اگر آج ہم کفر کے مقابلے میں ایک نہ ہوئے، تو پھر ہمارا نام و نشان مٹ جائے گا۔ مجھے آپ کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

والسلام!''

(باقی صفحہ 7 پر)

چھت

علی اکمل تصور

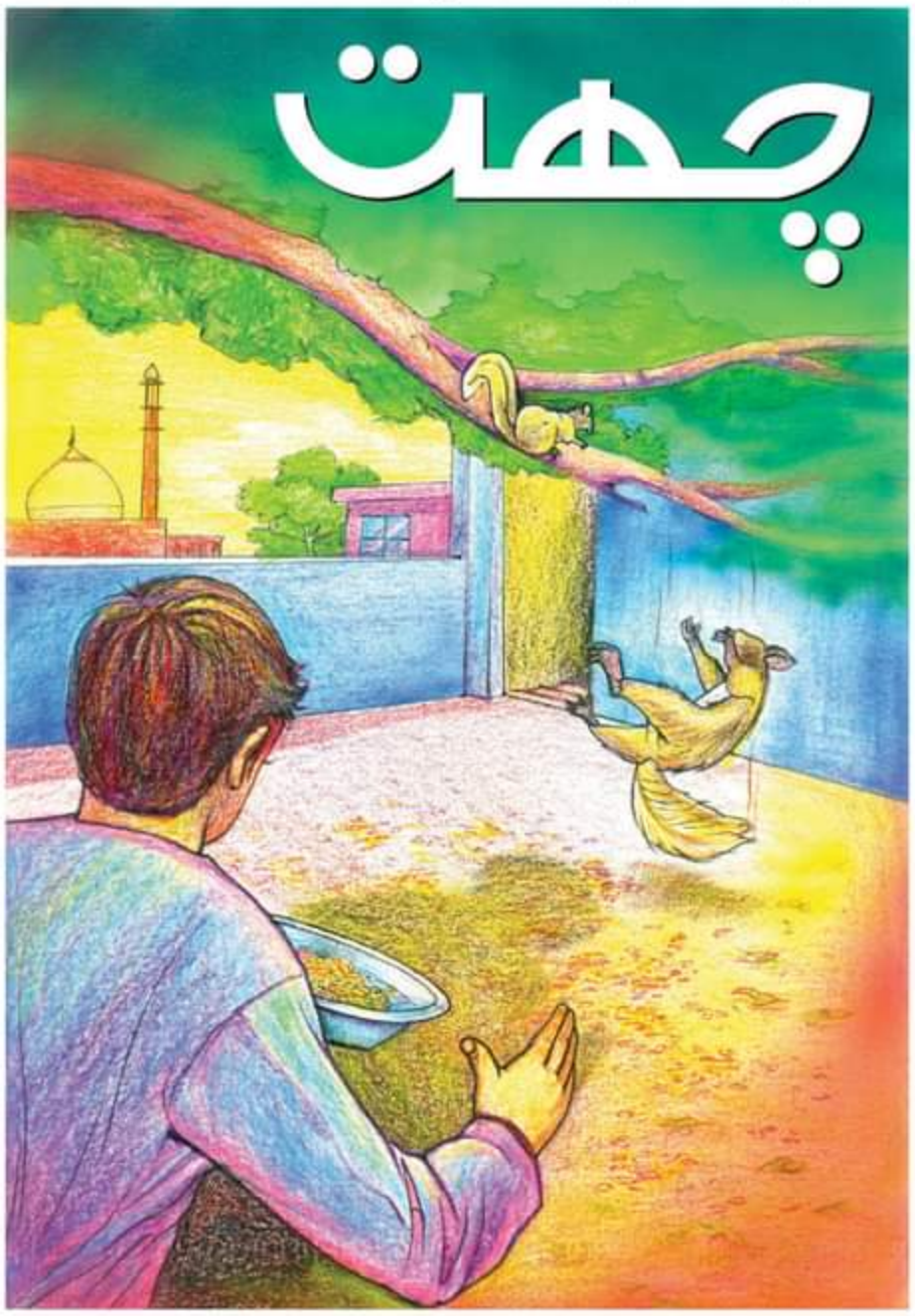

''مجھے زہر چاہیے.....!''

عمران کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

اُس کا جملہ سن کر وہاں موجود تمام لوگ چونک پڑے، پھر وہ شک بھری نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

''کیا کہا آپ نے.....؟''

فارمیسی کے انچارج نے عمران سے وضاحت چاہی۔

''مجھے زہر چاہیے..... چوہوں کو تلف کرنے کے لیے.....''

چوہوں کی بات سن کر فارمیسی میں موجود تمام گاہک مسکرانے لگے۔

''تو یوں کہیں نا..... آپ نے تو ہمیں گھبرانے پر مجبور کر دیا تھا.....''

فارمیسی کا انچارج ہنس پڑا۔

''اُس میں گھبرانے والی کون سی بات ہے، زہر ہی تو مانگا ہے چوہوں کے لیے، کم بختوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔'' عمران کو الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

''یہ لیجیے چوہوں کے لیے زہر۔ یہ زہر میں بجھے گندم کے دانے ہیں۔ آپ انھیں چوہوں کی گزرگاہ پر ڈال دیجیے گا۔ چوہے انھیں کھائیں گے، پھر زہر کے اثر سے انھیں گھبراہٹ ہوگی تو وہ پانی کی تلاش میں باہر بھاگیں گے اور پھر باہر جا کر ہی مریں گے۔ یوں آپ کا گھر بدبو اور آلودگی سے محفوظ رہے گا۔ بہت کمال کی چیز ہے یہ۔''

فارمیسی کا انچارج بغیر پوچھے تفصیل بتانے لگا، پھر اُس نے ایک پیکٹ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے کچھ کہے بغیر پیکٹ کی قیمت ادا کی اور پھر فارمیسی سے باہر نکل آیا۔

اب وہ موٹر سائیکل پر اپنے گھر کی طرف سفر کر رہا تھا۔

وہ گھر کے سامنے پہنچا تو موٹر سائیکل گلی میں ہی کھڑی کر دی۔ ابھی اسے حبیب اور حبیبہ کو اسکول سے لینے بھی جانا تھا۔ یہ اُس کے بچوں کے نام تھے۔ وہ گھر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی پل اُس نے بشریٰ کے چیخنے کی آواز سنی۔

وہ بھاگ کے گھر کے اندر داخل ہوا۔ اُس کی بیوی گھر کے صحن میں سہمی کھڑی تھی۔

''کیا ہوا.....؟'' عمران ہیجان خیز لہجے میں بولا۔

''کچھ نہیں..... وہی روز کی مصیبت..... اور کیا!''

عمران نے سکون سے ایک لمبا سانس بھرا۔

''فکر مت کرو، میں مصیبت کا علاج اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔''

عمران اندرونی کمرے کی طرف بڑھا، مگر پھر چونک کے رک گیا۔

''کیا بجلی گئی ہوئی ہے.....؟''

''نہیں تو..... میں نے پڑوسیوں سے معلوم کیا تھا، بجلی آ رہی ہے۔ بس ہماری ہی بند ہے اور یہ بھی اُن کی ہی کارستانی لگتی ہے۔ میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ کسی الیکٹریشن کو لے کر آئیں۔ ٹنکی میں پانی ختم ہو رہا ہے۔''

بشریٰ نفرت سے بولی۔ یہ نفرت اُن کے لیے تھی جن کی وجہ سے گھر میں بجلی کی آمدورفت معطل ہو چکی تھی۔

''میں ابھی آیا.....'' عمران کھڑے پاؤں واپس لوٹ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو الیکٹریشن اُس کے ساتھ تھا۔

بجلی کی چند تاریں کتریں پڑیں تھیں۔ الیکٹریشن نے جوڑ لگا دیے تو بجلی کی آمدورفت بحال ہوگئی۔ اب عمران الیکٹریشن کے ہمراہ گھر سے باہر نکلا۔

اِسی پل اس نے ایک آواز سنی: ''کیا پھر سے حملہ ہو گیا.....؟''

یہ وقار الحسن صاحب تھے۔ اُس کے پڑوسی۔

''اب تو یہ معمول کی بات بن چکی ہے قاری صاحب۔''

عمران نے مسکرانے کی کوشش کی مگر اُس کی آواز میں موجود غصہ وقار صاحب نے محسوس کر لیا تھا۔

''درگزر سے کام لو میرے بچے! یہ اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق ہے۔ اُن کا عمل سوچ سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے، جب کہ انسان اِسی خصوصیت کی وجہ سے اشرف المخلوقات قرار پایا ہے کہ اس کا ہر عمل عقل سلیم کے زیر اثر ہوتا ہے..... کیا سمجھے.....؟''

''سمجھ گیا قاری صاحب.....!''

عمران نے اُن کے احترام میں سر جھکا لیا، مگر جو اُس نے سوچ رکھا تھا وہ تو اُس نے کرنا ہی تھا اور وہ اُس نے کیا۔ اُس رات جب بچے سو گئے تو اس نے مقفل دراز میں سے زہر کا پیکٹ نکال لیا۔

''سنو میں چھت پر جا رہا ہوں..... اور ہاں کل کوئی بچہ چھت پر جانے نہ پائے۔''

اُس نے سرگوشی کے انداز میں بشریٰ سے کہا۔

''میں سمجھتی ہوں..... آپ فکر مت کریں.....'' بشریٰ مسکرا کر بولی۔

عمران چھت پر چلا آیا۔ اُس نے زہر میں بجھے گندم کے دانے چھت پر بکھیر دیے اور پھر پلٹ کے دیکھا۔ اسے اپنے سامنے نیم کے پیڑ کی شاخیں جھولتی نظر آئیں۔ یہ شاخیں اس کے گھر کی منڈیر کو چھو رہی تھیں۔

نجانے کس احساس کے زیرِ اثر عمران طنزیہ انداز میں ہنس پڑا۔

''بس آج کی رات اور پھر کہانی تمام.....''

عمران کی سرگوشی اُس کے علاوہ اور کوئی سننے والا نہ تھا۔

عمران نیچے آیا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اب وہ خود کو پرسکون محسوس کر رہا تھا۔

.....☆.....

ایک ماہ پہلے ہی عمران نے یہ مکان خریدا تھا۔ یہ ایک نوآباد رہائشی کالونی تھی۔ یوں تو عمران اور اُس کی فیملی کو یہاں تمام سہولیات حاصل تھیں، مگر گلہریوں نے اُن کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ گلہریوں کا مسکن وہ نیم کا پیڑ تھا۔ گلہریاں صبح ہوتے ہی اودھم مچا دیتیں تھیں۔ وہ چھپ پر تاریں بھی کتر دیتی تھیں۔ کبھی کپڑے بھی خراب کر دیتیں۔ ایک دن تو دو گلہریاں لڑتے ہوئے گھر کے صحن میں گر پڑی تھیں۔ بشریٰ اور بچوں کی چیخ و پکار نے پڑوسیوں کو بھی خوف زدہ کر دیا تھا۔

اُس روز عمران نے عزم کیا تھا کہ وہ اِن گلہریوں کو تلف کر کے ہی دَم لے گا۔ اپنے اِس مقصد کی تکمیل کے لیے اُس نے چوہوں کے نام پر گلہریوں کے لیے زہر خریدا تھا۔

اگلی صبح جب وہ نیند سے جاگا تو گھر کا ماحول پرسکون تھا، ورنہ تو روزانہ صبح کے وقت گلہریوں کی چڑ چڑ..... چڑ چڑ کی آوازیں اُس کے لیے گھڑی کے الارم جیسا کام سرانجام دیتی تھی۔

وہ تیزی سے چھت پر آیا۔ چھت پر زہر آلود گندم کے اِکا دُکا دانے بکھرے پڑے تھے۔ اُس بات کا مطلب تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔

عمران پُرمسرت انداز میں سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے چلا آیا۔

''کام ہو گیا ہے۔''

اُس نے بشریٰ کو اشارے سے بتاتے ہوئے اپنی گردن پر انگلی پھیری اور سر ایک طرف کو ڈال دیا۔

اُس کی اِس ادا نے بشریٰ کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ پھر سے ناشتہ تیار کرنے میں مگن ہو گئی۔ بچے اسکول جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ عمران بھی لباس تبدیل کرنے لگا۔

بچوں کو اسکول چھوڑنے کے بعد اسے تندور پر جانا تھا۔ عمران ایک نان بائی تھا۔ اُس کی غیر موجودگی میں اس کے شاگرد کام کرتے تھے۔

اُس دن وہ تندور پر پہنچا تو ایک عجیب منظر اُس کا منتظر تھا۔

تندور کے سامنے پولیس کی گاڑی کھڑی تھی اور متعلقہ محکمے کے اہلکاروں نے اس کا تندور گھیر رکھا تھا۔

''کیا ہوا.....کیا بات ہے.....؟''

عمران پریشانی سے اُن کی طرف لپکا۔

''ہم نے کل نمونہ لیا تھا۔اِس تندور پہ ناقص آٹا اور میدہ استعمال کیا جاتا ہے۔نان اور روٹی کا وزن بھی کم ہے۔ہم یہ تندور بند کر رہے ہیں۔''

وہ ایک بااختیار سرکاری اہلکار تھا۔عمران کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے تندور کے دروازے گرا دیے اور تالوں پر چپکنے والی پٹی لپیٹ کر مہر لگا دی۔

عمران کے شاگرد گھبراہٹ سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔عمران کا اپنا وجود بھی جیسے آندھیوں کی زد میں تھا۔یہ تندور ہی تو اُس کی روزی روٹی کا وسیلہ تھا۔ایسے میں عمران کا موبائل فون بجنے لگا۔

عمران نے دیکھا۔اسکول کا نمبر تھا۔فون سنتے ہی عمران کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا، پھر وہ اسکول کی طرف بھاگا۔اسکول کی انتظار گاہ میں اُس کے بچے موجود تھے۔پرنسپل صاحبہ اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

''ہم نہیں جانتے کہ کیوں ہوا،اسے ابتدائی طبی امداد دی ہے، اب یہ ٹھیک ہے، پھر بھی آپ کسی قابل ڈاکٹر سے اس کا چیک اپ کروالیں۔''

پرنسپل صاحبہ پریشان نظر آ رہی تھی۔

''جی میں سمجھتا ہوں، آپ کا شکریہ.....!''

اب عمران اپنے بچوں کی طرف متوجہ ہوا۔حبیب بظاہر تو ٹھیک ہی نظر آ رہا تھا، تاہم اُس کے چہرے پر نقاہت کے آثار موجود تھے جب کہ حبیبہ سہمی نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''گھبراؤ مت بچو! سب ٹھیک ہے.....چلو گھر چلتے ہیں.....''

عمران بچوں کے ہمراہ موٹر سائیکل پر سوار گھر کی طرف چل پڑا۔

وہ گھر کے سامنے پہنچا تو اس کی ملاقات وقار الحسن سے ہوگئی۔وہ اپنے گھر کے اندر داخل ہو رہے تھے۔

''وقت سے پہلے چھٹی.....خیریت تو ہے نا.....؟'' انھوں نے پوچھا۔

''ہاں جی خیریت ہے.....بچوں کی طبیعت خراب تھی.....بس اِس لیے.....''

''اللہ شفا عطا فرمائے.....'' انھوں نے دعا دی۔

آواز سن کر بشریٰ دروازے کے قریب پہنچ گئی تھی۔اب وہ بچوں کی بلائیں لے رہی تھی۔اسے پریشان دیکھ کر عمران نے اسے مزید پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔وہ چاہ کر بھی بشریٰ کو بتا نہیں پایا تھا کہ اُن کا تندور اب بند ہو چکا ہے۔

''آپ آرام کریں.....میں چائے بنا کے لاتی ہوں.....''

بشریٰ باورچی خانے میں چلی گئی اور عمران اپنے بچوں کی حرکات کا بغور جائزہ لینے لگا۔بچے کھیل کود میں مصروف ہو چکے تھے۔بظاہر وہ کسی تکلیف کا شکار نظر نہیں آ رہے تھے۔ایسے میں عمران نے بشریٰ کے چیخنے کی آواز سنی۔

اُس نے بشریٰ کو باورچی خانے سے باہر کی طرف بھاگتے دیکھا۔

بشریٰ کی چادر میں آگ لگی ہوئی تھی۔بشریٰ نے ذہانت سے کام لیا اور اپنی چادر دور پھینک دی۔عمران نے آگ بجھا دی تھی۔اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

چیخ پکار سن کر وقار صاحب آ گئے تھے۔بشریٰ نے پردہ کر لیا تو وہ اندر آ گئے۔

''کیا ہوا میرے بچو!.....'' وہ ہمدردی سے بولے۔

''بس اہلیہ میرے لیے چائے بنا رہی تھی کہ اُس کی چادر نے آگ پکڑ لی۔ایسا بے احتیاطی سے ہوا۔'' بشریٰ نے اپنے ذہنی ہیجان پہ قابو پا لیا تھا۔

''اور اِس بات میں کتنی صداقت ہے کہ سرکاری اہلکاروں نے تمھارا تندور بند کروا دیا ہے.....'' انھوں نے عمران کی طرف دیکھا۔

اُن کی بات سن کر بشریٰ سناٹے میں آ گئی۔

''سمجھ نہیں پا رہا.....ایک کے بعد ایک مصیبت آ رہی ہے.....''

عمران نے سر جھکا لیا۔

اب وقار الحسن صاحب نے منڈیر کی طرف دیکھا اور پھر غور و فکر کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولے: ''میرے بچے! چھت کسی اور مقصد کے لیے ہوتی ہے۔تم نے کسی اور مقصد کے لیے استعمال کیا۔یہ اِسی کا نتیجہ ہے۔میری بات سمجھ رہے ہو نا.....؟''

وہ تو چلے گئے، مگر عمران الجھ کے رہ گیا تھا۔وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''چھت کسی اور مقصد کے لیے ہوتی ہے.....''

وہ سوچتا رہا، سوچتا رہا، اچانک اسے ایک خیال آیا۔

وہ چونک کر سیدھا ہو گیا پھر وہ باہر کو بھاگا۔

جب وہ واپس لوٹا تو اس کے پاس صدقے کا گوشت اور دانہ دنکا موجود تھا۔

صدقہ مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے۔وہ یہ بات سمجھ چکا تھا۔

اگلی صبح سب کو عمران کے گھر کی چھت پر پرندے پرواز کرتے نظر آ رہے تھے۔پرندوں کی چہچہاہٹ کسی دلکش ترانے سے کم نہ تھی۔

دس بج رہے تھے، جب گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔

عمران باہر نکلا تو اُس نے دیکھا۔وہ سادہ لباس میں ایک سرکاری اہلکار تھا۔

اُس نے ایک کاغذ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''لیبارٹری کے عملے سے کوتاہی ہوئی۔آپ کے تندور کا نتیجہ کسی بددیانت تندور والے کے ساتھ بدل گیا تھا۔ہم معذرت چاہتے ہیں کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔اب آپ تندور کھول سکتے ہیں۔''

عمران نے دیکھا۔وقار الحسن صاحب دروازے کی اوٹ میں کھڑے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے، پھر جانے کیا ہوا کہ عمران کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

وہ محسوس کر سکتا تھا کہ نحوست کے سائے اِس گھر اور گھر کے مکینوں سے اب کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

☆☆☆

بقیہ: سلطان محمود غزنوی

اِس خط کے جواب میں خلافتِ عباسیہ کے خلیفہ القادر باللہ عباسی کا ایک تفصیلی خط آیا جس میں اُنھوں نے مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی پر اظہارِ اَفسوس کیا اور ہندوستان میں اِسلام کے لیے کی جانے والی سلطان محمود کی کوششوں کو سراہنے کے ساتھ ساتھ اُسے اَفغانستان، سیستان اور خراسان پر حکمرانی کی سند دے کر ''یمین الدّولہ'' اور ''اَمین الملّت'' کے القابات سے نوازا، اور سلطان محمود کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے لکھا:

''اِس خانہ جنگی کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اگر ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی پڑے تو ضرور لڑیں، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کی نیت میں فتور نہ ہو، آپ کا مقصد اِسلام کی اشاعت اور سربلندی ہونا چاہیے۔ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان ذِلّت بھری زندگی گزار رہے ہیں، بلکہ بعض تو ہندوؤں کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر اِسلام سے دست بردار ہوتے جا رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ فریضہ سونپتا ہوں کہ آپ ہندوستانی مسلمانوں کی مدد کو پہنچیں، اُن کے وقار کا تحفظ کریں، ہندوستان میں ایک اِسلامی سلطنت کی بنیاد رکھیں۔ اگر آپ کی نیت صاف ہوئی اور آپ کے دِل میں جہاد کا سچا جذبہ ہوا، تو اللہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔''

خلیفہ القادر باللہ کے اِس جواب نے سلطان محمود کو نیا حوصلہ بخش دیا تھا، اُدھر سونے کا ذخیرہ ملنے کے باعث مالی حالت میں بھی بہتری آ گئی تھی، چناں چہ سلطان محمود نے راجا جے پال سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اُسے یقین تھا کہ راجا جے پال ایک بار پھر پلٹ کر حملہ ضرور کرے گا، لیکن ابھی تک ہندوستان سے اُس کی پیش قدمی کی کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔

''ہندوستان سے کوئی اِطلاع نہ آنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ راجا جے پال اب حملہ نہیں کرے گا، وہ جان گیا ہے کہ وہ غزنی کے شاہینوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔''

اپنے ایک قابل سردار کی زبان سے یہ الفاظ سن کر سلطان نے اُس کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

''نہیں! وہ حملہ ضرور کرے گا... اور مجھے اُس کے حملے کا شدت سے انتظار ہے۔ میں خود اُس پر لشکر کشی نہیں کروں گا، میں فی الحال اُسے یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ میں ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ خود ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھے۔''

.....☆.....

''بدھائی ہو... اَمیر سبکتگین مر گیا ہے۔''

اَمیر سبکتگین کے اِنتقال کی خبر راجا جے پال تک پہنچی تو اُس کے دَم توڑتے حوصلے پھر سے جوان ہو گئے، اُس نے فوری طور پر اپنے فوجی سرداروں کو جمع کر لیا تھا۔ یہ خبر اُس کے فوجی سالاروں کے لیے بہت اچانک اور حیران کن تھی۔

''کب... کیسے...؟'' وہ بے اختیار پوچھنے لگے۔

''مخبروں نے بتایا ہے، اَمیر سبکتگین اب دُنیا میں نہیں رہا، اور اُس کے بیٹے غزنی کے تاج وتخت کے لیے لڑ رہے ہیں۔ تازہ خبر یہ ہے کہ غزنی کے تخت پر اب محمود کا قبضہ ہے۔'' راجا جے پال نے بتایا۔

''ہمیں محمود کو آسان نہیں لینا چاہیے، شیر کا بیٹا بھی شیر ہوتا ہے۔''

ایک سالار نے کہا تو صرف جے پال ہی نہیں، دُوسرے سردار بھی تیکھی نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگے۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم مورکھ... ہم کالی کے پجاری ہیں۔ شیر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ محمود ابھی جوان ہے، وہ اپنے باپ کی طرح جنگی چالیں نہیں جانتا۔ محمود کو ابھی جنگی اُصول سمجھنے کے لیے ایک عمر درکار ہے۔''

راجا جے پال نے تکبر سے گردن اَکڑا کر کہا۔

''تو اب ہمیں کیا کرنا ہوگا مہاراج؟'' دُوسرے سردار نے پوچھا۔

''اب ہم اِس لڑائی کو اَنت تک پہنچائیں گے۔ اب ایک زبردست جنگ ہوگی، ہم خود آگے بڑھ کر غزنی پر حملہ کریں گے۔ اب غزنی کو راجپوتوں کے قہر سے کوئی نہیں بچا سکتا۔''

راجا جے پال کا چہرہ غصّے سے لال ہو گیا تھا۔

وہ چند لمحے پُر جوش اَنداز میں اپنے سرداروں کو دیکھتا رہا، پھر بارُعب لہجے میں بولا:

''کیا ہمارے سپاہی غزنی پر چڑھائی کے لیے تیار ہیں؟'' (جاری ہے)

علوم قرآنیہ ونبویہ کے شائقین کیلئے

بشارت عظمیٰ

بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلباء وطالبات کورس کر کے سند حاصل کریں۔

اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت

ششماہی ترجمہ ومطالعہ قرآن کورس

ششماہی فہم تجوید کورس

پراسپکٹس وداخلہ کیلئے خواہشمند طلباء وطالبات فوری رابطہ کریں۔

العثمانی اوپن علوم قرآنیہ ونبویہ اکیڈمی

(رابطہ آفس) نیو کشمیر مارکیٹ، بالائی منزل۔ سپلائی بازار۔ راولاکوٹ۔ ضلع پونچھ۔ آزاد کشمیر

رابطہ نمبرز۔ 0314-5233207-0334-5761474

شادی سادی

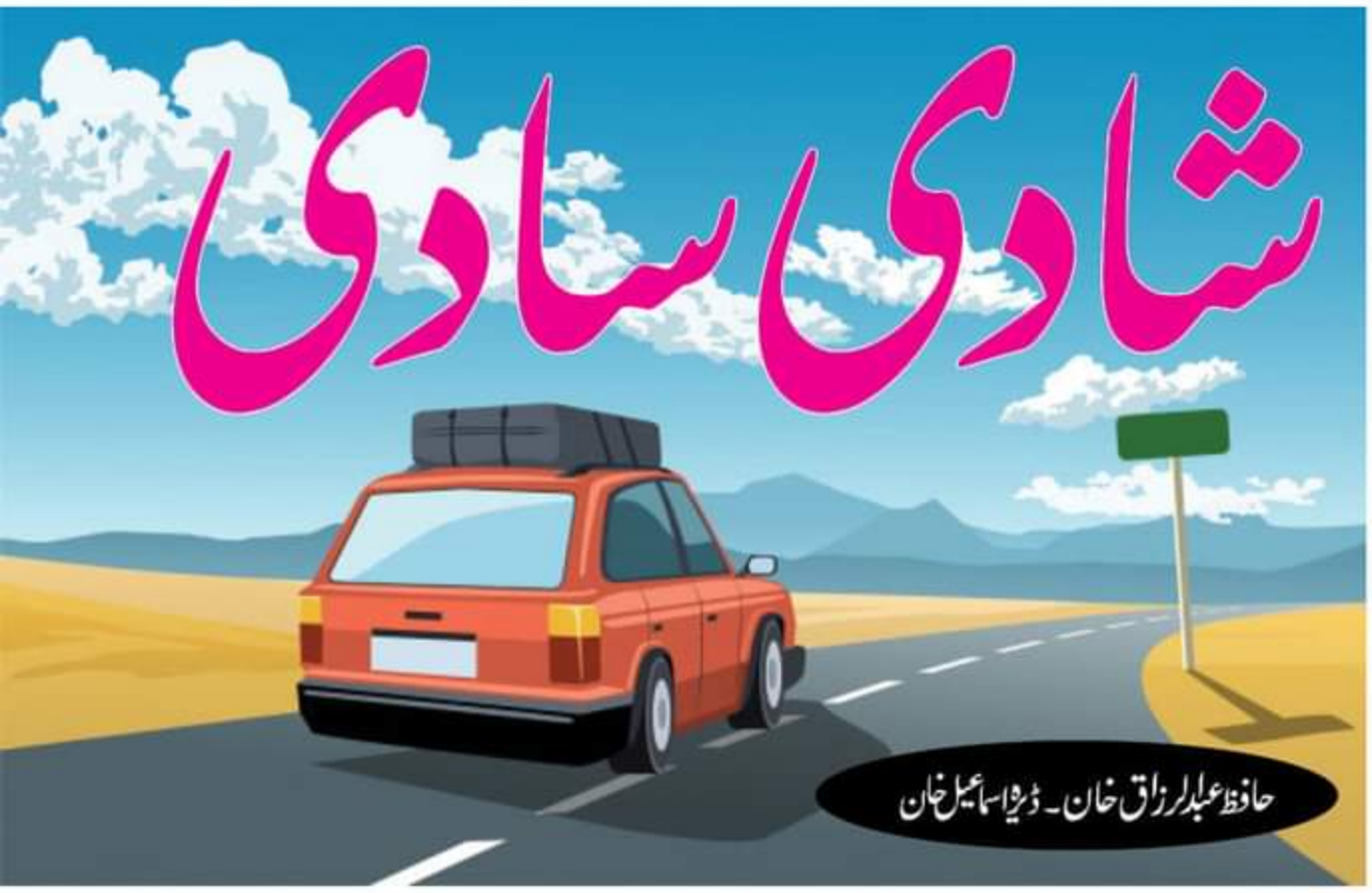

حافظ عبدالرزاق خان۔ ڈیرہ اسماعیل خان

فون کی گھنٹی بجی۔

''حافظ جی! مین الدین بول رہا ہوں..... ایک بات عرض کرنی تھی۔'' دوسری جانب سے کہا گیا۔

''ایک نہیں دو عرض کریں۔'' میں مسکرایا۔

''بہت شکریہ جناب..... وہ عرضی یہ تھی کہ ایک نکاح پڑھانا ہے۔''

''ہائے میں مرگیا..... اِن دنوں میں نکاح..... خیر تو ہے؟'' میں گھبرایا۔

''وہ دراصل شادی کی تاریخ تو پہلے سے طے تھی۔ معلوم نہ تھا کہ یہ دن بھی دیکھنے پڑیں گے، چناں چہ بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ صرف نکاح کر کے سادگی سے رخصتی ہو جائے۔ بارات اور ولیمہ وغیرہ نہ ہوں۔''

''نکاح پڑھانا کہاں ہے؟'' میں نے جگہ پوچھی۔

''گلبرگ ٹاؤن میں۔''

''تو بھئی وہاں کے مولوی صاحب سے پڑھواؤ ناں! مجھے کیوں گھسیٹتے ہو۔ خدانخواستہ چھاپا پڑ گیا تو؟'' میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

''یہی تو مشکل ہے۔ ہم وہاں کے مولوی صاحب پر یہ شادی ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔''

''وہ کیوں؟''

''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔''

''وہ کیسے؟''

''ان کے دو بھائی ضلعی انتظامیہ اور ایک بھائی محکمۂ پولیس میں ہے۔ اور آئے دن اُن سے علاقے کی معلومات بھی لیتے رہتے ہیں۔''

امین الدین نے مجبوری بتائی۔

''اچھا..... تو یہ بات ہے، چلیں ٹھیک ہے، مگر ایسی بارش میں، میں پہنچوں گا کیسے؟''

''یہ ہمارے ذمے ہے۔ پک اینڈ ڈراپ ہم خود کریں گے۔''

''مگر دیکھو..... میرا نظام الاوقات بہت مصروف ہیں، اس لیے دیر نہ کرنا..... اور نہ ہی مجھے پہلے سے جا کر بٹھا دینا۔'' میں نے صاف بات کی۔

''آپ فکر نہ کریں۔ جب بارات پہنچ جائے گی..... تب آپ کو لینے آئیں گے۔''

''کیا کہا بارات؟'' میں پریشان ہوا۔

''نہیں نہیں بارات نہیں..... مطلب دولھا، اُس کے والد، ڈرائیور اور دو تین لنگوٹیے۔''

امین الدین نے جلدی سے وضاحت کی۔

''چلیں ٹھیک ہے، مگر خیال رہے کہ بندے زیادہ نہ ہوں۔''

''ڈونٹ وری حافظ جی!''

دوسری جانب سے کہا گیا اور کال کٹ گئی۔

.....☆.....

''یہ کون سی سڑک ہے؟''

اگلی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے میرے منہ سے نکلا۔

''بوجھو تو جانیں!''

امین الدین نے اسٹیرنگ گھماتے ہوئے کہا۔

''ارے یہ تو ملتان روڈ ہے..... اتنی ویران..... اُس کی ٹریفک اور چہل پہل تو رات کو بھی کم نہیں پڑتی تھی۔'' میری حیرانی بجا تھی۔

''اور اب دن دہاڑے بھی وحشت کا سماں ہے۔''

''بھئی پوری قوم کورونا وائرس سے جو برسرِ پیکار ہے۔'' میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

''کیا مطلب؟''

''بھئی آپ نے پڑھے نہیں وہ بینرز جن پر بڑا بڑا لکھا ہے:

''کورونا سے ڈرنا نہیں لڑنا ہے۔''

میں نے کہا تو امین الدین قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''ہاہاہا..... واقعی۔ اچھا اب کپڑے سنبھالیں، ہم پہنچنے والے ہیں۔''

''کپڑے کیوں سنبھالیں جی؟''

''وہ اِس لیے جی..... کہ نیچے دیکھیں جی..... کیچڑ ہماری قدم بوسی کے لیے بے قرار ہے۔''

''اوہ..... اس سوغات سے جان نہیں چھوٹنے والی۔'' میں نے پائنچے اوپر کرتے ہوئے کہا۔

.....☆.....

''بھئی بہت لطف آیا ایمان سے۔ شادی کی اتنی سادہ تقریب بھی ہو سکتی ہے، تصور میں بھی نہ تھا۔'' میں نے تقریب میں موجود ایک درجن افراد سے کہا۔

''یہ سب کورونا کی برکات ہیں۔''

ایک صاحب چہکے۔

''ہاہاہا.....'' سب کی باچھیں کھل گئیں۔

''ویسے ہم بھی ڈنڈے کے آگے ٹھیک ہوتے ہیں۔ کتنی سادہ، آسان اور پیاری تعلیمات ہیں ہمارے مذہب کی، مگر ہمیں کبھی عمل کی توفیق نہ ہوئی اور آج مشکل حالات نے سب کچھ کرا دیا۔''

''بالکل ٹھیک کہتے ہیں جی آپ۔''

ایک بزرگ نے تائید کی۔

''لیکن میں ایک بات سے تھوڑا سا پریشان ہوں۔''

''کون سی بات جی!'' دولھے کے والد نے بے قراری سے پوچھا۔

''یہ جو دولھے میاں ہیں ریحان صاحب..... شادی ہے آخر اِن کی..... مگر اُن کے چہرے پر فرحت، بشاشت اور مسکراہٹ کے آثار دور دور تک نہیں دکھائی دے رہے۔ یہ بات مجھے پریشان کیے ہوئے ہے۔''

''نہیں جی یہ ایویں ایکٹنگ کر رہا ہے، من میں تو لڈو پھوٹ رہے ہیں اِس کے۔''

دولھا کے والد مسکراتے ہوئے بولے۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں مولانا صاحب! واقعی مجھے بھی اس کے چہرے پر دولھے والی رونق نظر نہیں آرہی۔'' ایک بزرگ نے میری تائید کی۔

''اور مجھے اِس بے رونقی کے اسباب معلوم ہیں۔''

دولھے کے بڑے بھائی نے سنسنی خیز انداز میں کہا تو سب اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''تو بتاؤ ناں پھر!'' میں نے پہل کی۔

''اُس کے ارمان جو پورے نہیں ہوئے، اِس لیے اداس ہے۔ دو ماہ پہلے دریا خان والا فوجی بینڈ بک کرایا تھا، مگر ابھی دس روز پہلے بکنگ کینسل کرائی ہے۔ نہ ناچ نہ گانا، نہ ہلڑ بازی، نہ بارات نہ ولیمہ، نہ محفلِ موسیقی اوپر سے بارش..... اور سب سے زیادہ تکلیف اِس بات پر ہے کہ اماں نے نیا جوڑا اور ہار وغیرہ اس لیے نہیں پہننے دیے کہ کہیں راستے میں پولیس والوں کو شک نہ ہو جائے۔ اس لیے یہ اداس ہے۔''

یہ سن کر سب نے فرحان کی طرف دیکھا تو وہ ایسی مسمسی صورت بنائے تھا کہ ابھی رویا کہ ابھی رویا۔

''واہ سبحان اللہ! یہ تو انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اتنی ڈھیروں خرافات سے بغیر کسی مزاحمت کیے جان چھوٹ گئی۔ ہم سے پوچھو تو ہمیں اپنی شادی کو سادی کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے اور یہاں یہ سعادت بغیر مانگے جھولی میں آپڑی ہے تو ریحان صاحب کا منہ اترا ہوا ہے۔''

میں نے کہا تو اُس کا چہرہ تھوڑا سا کھلا۔

''دیکھو میاں! میں نے سینکڑوں نکاح پڑھائے ہیں، لیکن جو سواد آج آیا کبھی نہ آیا۔ شکر کرو کوئی ڈھول ڈھمکے نہیں تھے تمھاری شادی میں۔ ورنہ میرا تجربہ ہے، جس شادی میں جتنا گانا باجا تو پھر ان دونوں کی ساری حیاتی باجا ہی بجتا رہتا ہے..... سمجھ تو گئے ہو گے..... ہے ناں؟''

محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ میں نے دیکھا، ریحان بھی مسکرانے لگا تھا۔

.....☆.....

''ویسے کورونا آزمائش ہے یا عذاب..... نقصانات کے ساتھ ساتھ کچھ فائدے بھی ہیں اِس کے۔''

واپسی پر میں نے امین الدین سے سرگوشی کی۔

''مثال کے طور پر؟'' اس نے وضاحت طلب کی۔

''مثلاً آج کی شادی۔''

''شادی نہیں سادی۔'' امین الدین نے لقمہ دیا۔

''بالکل..... اِس کے علاوہ ماحولیاتی آلودگی میں خاطر خواہ کمی اور مجھے ساجد بھائی نے بتایا ہے کہ ہر سال چناب نگر میں جو ختم نبوت کورسز ماہِ شعبان میں کرائے جاتے ہیں۔ اُن کے شرکا کی تعداد ایک ہزار سے پندرہ سو تک ہوتی ہے مگر مجبوری کے باعث یہی کورسز آج کل آن لائن کرائے جا رہے ہیں اور شرکا کی تعداد بیس سے پچیس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔''

''الحمدللہ!'' امین الدین نے فرطِ خوشی میں کہا تو میں نے کہا:

''دعا کرو! اللہ تعالیٰ جلدی اِس آزمائش سے خلاصی عطا فرمائے۔''

''آمین ثم آمین۔'' ☆☆☆

دو خواب

دل پر نقش کالحجر ہے..... گزشتہ برس مارچ کے مہینے میں ہم پر قیامت ہی تو ٹوٹ پڑی تھی کہ جب پوری دنیا سمیت وطنِ عزیز میں بھی لاک ڈاؤن تھا۔ 31 مارچ 2020ء کی شب ہم نے ایک تحریر لکھی ''کراماتی چھتری''۔ رسالے کو ارسال کرنے میں تاخیر ہوتی رہی کہ دیگر کاموں کی طرح رسالہ بھی تعطل کا شکار تھا۔ اللہ اللہ کر کے 19 جون 20ء کو یہ تحریر بچوں کا اسلام کے پتے پر بھیجی۔

29 نومبر 2020ء کو جبکہ ہم اللہ کے رستے میں تھے۔ ایک مبارک خواب نظر آیا: ''حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ تشریف لاتے ہیں۔ میں کسی بڑی مسجد کے عقب میں کھڑا ہوں۔ وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ہم صحن سے گزر کر برآمدے کی طرف جانے لگے تو مسجد کا صحن لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ مگر مکمل خاموشی تھی۔ میں نے ان لوگوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی تو چچا الیاس دفعتاً نظر پڑے۔ میں ان کے قریب گیا تو شکریہ کے انداز میں مسکرا کر کہنے لگے: ''اللہ تیرا بھلا کرے! کراماتی چھتری لکھ کر تو نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا۔'' میری آنکھ کھلی تو بہت خوشی ہو رہی تھی۔

اللہ کی شان یہ کہانی اس خواب کے تقریباً تین ماہ بعد شمارہ 969 میں نا صرف شائع ہوئی بلکہ سرورق بھی اسی پر بنا۔ ہمارے ہاں جس نے بھی اس کہانی کو پڑھا چچا الیاس کے لیے آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اب دیکھیے 2 مارچ 21ء کو ایک اور خواب نظر آیا: ''چچا الیاس بے حد مسرور ہیں۔ روتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کھینچ کر دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فیصل شہزاد کو بیٹا دے۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ چچا! سناؤ کیا حال ہے؟ کہنے لگے: ''بیٹا! آنحضرت ﷺ کی زیارت کے انتظار میں وقت کاٹ رہے ہیں..... دیکھ یہاں آنا تو آنکھیں لے کر آنا پتھر نہیں، وہ بہت بلند مرتبت ہیں..... پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔

اب بتائیں قارئین! کبھی پڑھا آپ نے ایسا تبصرہ! یہ معاملہ میری سمجھ سے بھی باہر ہے اور مجھے رہ رہ کر انہی کی بات یاد آرہی ہے کہ

''تم کودک ہو! تم کیا سمجھو مبشرات۔''

(حافظ عبدالرزاق خان)

بقیہ: سرمد

ڈبے وغیرہ سجا دیے گئے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ بچوں کو کھانے پینے کی کتنی آزادی ہے۔

حد تو یہ تھی کہ دلاور بھی آج بڑے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

نیچے ہال کمرے میں کھانے کی بڑی میز سجا دی گئی تھی، جس میں کھانے کے برتن لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے پیالوں میں دو تین مختلف قسم کے سالن موجود تھے۔

ساتھ ہی سیب اور کنو کی ایک بھری ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔

تقریباً بارہ بجے ہمیں کھانے کی میز کے گرد بٹھا دیا گیا۔

اُسی وقت وہ لوگ آ گئے، اُن میں دو عورتیں اور تین مرد تھے۔

اندر داخل ہوتے ہی اُن کی پہلی نظر ہم پر پڑی۔

وہ آپس میں انگریزی بول رہے تھے۔

ایک خاتون اُن کے درمیان بیک وقت اردو اور انگریزی میں بات کر رہی تھی۔ وہ سیدھی ہماری میز پر آئی اور ہم سے کوئی سوال کیے بغیر اُس نے پیالوں کے ڈھکن اٹھا دیے اور اُن سے مخاطب ہو کے بولی۔

''آدھر آیئے مسٹر رچرڈ!..... یہ دیکھیں یہاں بچوں کو کیا کھلایا جاتا ہے.....!''

''اوہ.....!'' وہ سب کھانے کی میز کے گرد جمع ہو گئے۔

''یہ مرغ کا سالن ہے، یہ دیکھیں شامی کباب اور یہ دال اور یہ دیکھیں گرم گرم چاول اور یہ عمدہ روٹیاں.....!''

''واؤ.....زبردست.....!''

''شاندار.....!''

کئی آوازیں نکلیں۔

وہ سب کھانے کی خوشبو سونگھ رہے تھے۔

''اور یہ موسم کے پھل۔ کیا آپ نے کسی اور جگہ یہ انتظام دیکھا ہے۔ جب کہ ہمارا یہاں آنا پروگرام میں بھی شامل نہیں تھا۔ اور نہ ہی انھیں معلوم تھا کہ ہم یہاں آئیں گے۔ یہ ایک سرپرائز وزٹ ہے۔''

''بالکل.....!'' اُن میں سے ایک عمر رسیدہ آدمی نے تعریفی انداز میں کہا۔ ''یہ نظام تو قابلِ تعریف ہے۔''

''میں نے آپ سے کہا تھا نا مسٹر رچرڈ کہ یہاں سب ہی برے نہیں ہوتے۔ اچھے برے ہر ملک اور ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ذرا آپ صفائی کا معیار دیکھیے۔ بچوں کے چہرے کی رونقیں دیکھیں.....!''

وہ سب تعریفیں کر رہے تھے۔ خوش ہو رہے تھے۔

اچانک اُن میں سے ایک خاتون نے انگریزی میں اردو بولنے والی خاتون سے کچھ کہا۔ وہ غور سے سننے لگی۔

پھر اُس نے منشی کفایت اللہ سے پوچھا:

''منشی صاحب! یہاں پر سینٹرل ہیٹنگ سسٹم ہے.....؟''

منشی مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے رہے۔

خاتون سمجھ گئی کہ منشی کو بات سمجھ میں نہیں آئی ہے۔ وہ دوبارہ بولی:

''کیا یہاں پر گیس کے ہیٹر ہیں، جن سے سردیوں میں کمرے گرم رکھے جا سکیں؟''

''نہیں.....!'' منشی کفایت اللہ کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ کی جگہ مظلومیت دکھائی دینے لگی۔

''پروگرام تو ہے، خرچ بھی صرف چار لاکھ روپے کا ہے، مگر بس لوگ آتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں.....!''

اِس خاتون نے منشی جی کی بات کا ترجمہ کر کے اُس خاتون کو بتایا۔

''اوہ.....!'' اُس نے تاسف کا اظہار کیا اور انگریزی میں کچھ بولنے لگی۔ تھوڑی دیر وہ بولتی رہی، پھر خاموش ہو گئی۔

اس خاتون نے کہا: ''مسز ایلس کہہ رہی ہیں کہ ہم جو بات کریں گے، وہ ابھی پورا کریں گے، ہم وعدہ خلاف نہیں۔''

ترجمہ سن کر منشی کے چہرے پر رونق آ گئی۔

انھوں نے ترجمان خاتون سے کہا: ''انھیں پوری بلڈنگ دکھائی جائے.....!''

ترجمان خاتون نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر انھیں ساتھ لے کے پوری بلڈنگ گھمانے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ بلڈنگ کے معائنے سے فارغ ہو گئے، اور نیچے منشی کے پاس پہنچ گئے۔ سب لڑکوں کو اوپر بھیج دیا گیا۔

صرف میں ہی منشی کے پاس رہا۔

اچانک مسٹر رچرڈ نے ترجمان خاتون سے کچھ کہا۔ اُس کی بات سن کر مسز ایلس نے بھی سر ہلایا۔ اُس کے بعد انھوں نے غیر ملکی نوٹوں کی کچھ گڈیاں نکال کے میز پر رکھیں اور ترجمان خاتون سے بھی کچھ کہا۔

ترجمان خاتون نے کہا:

''مسٹر رچرڈ اور مسز ایلس کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کے صحت اور صفائی کے انتظامات سے بہت خوش ہوئے ہیں اور آپ کو دس ہزار پونڈ کی رقم عطیہ کر رہے ہیں۔ اِس کے علاوہ ہم ہر سال ہی آپ کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔ آپ سب سے پہلے سینٹرل ہیٹنگ سسٹم کروائیں، ہم دو چار دن میں آ کے دیکھیں گے اور ہو سکا تو مزید مدد بھی کر کے جائیں گے۔''

منشی کفایت اللہ نے کپکپاتی آواز میں شکریہ ادا کیا اور جلدی سے میز کی دراز میں سے رسید بک نکالی۔

مسٹر رچرڈ فوراً ہی کچھ بولے۔ ترجمان خاتون نے کہا: ''مسٹر رچرڈ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب ہم ذاتی طور پر عطیہ کر رہے ہیں۔ جب ہم اپنی این جی او کی جانب سے دیں گے تو آپ اُس کی باقاعدہ رسید دیا کریں گے۔ ابھی یہ صرف آپ کے لیے تحفہ ہے.....!''

منشی کفایت اللہ نے بڑے تپاک سے سر جھکا کے اُن کا شکریہ ادا کیا۔

وہ لوگ فوراً ہی اٹھ گئے اور ترجمان خاتون کے ساتھ اجازت لے کر باہر چلے گئے۔ انھیں فوراً ہی کہیں اور پہنچنا تھا۔

اچانک میری نظر ترجمان خاتون کے پرس پر پڑی۔ وہ اپنا پرس میز پر ہی بھول گئی تھی۔

میں نے کہا: ''منشی جی! وہ باجی اپنا پرس تو اِدھر ہی بھول گئی.....!''

''اچھا.....!'' منشی جی نے چونک کے کہا۔ وہ نوٹوں کی گڈیاں سنبھالے بیٹھے تھے اور مسکرائے جا رہے تھے۔

''جا دے آ بھاگ کے.....!'' انھوں نے کہا۔

اِس سے پہلے کہ میں پرس اٹھاتا، پرس والی باجی سینڈل کی کھٹ کھٹ کرتی ہوئی واپس آئی۔

''میرا پرس یہاں رہ گیا تھا۔'' اس نے پرس اٹھایا۔

''ہاں یہ تم اِدھر ہی بھول گئی تھیں رضیہ.....!'' منشی کفایت اللہ نے کہا۔

''میں بھولی نہیں تھی رکھ کے گئی تھی۔ بھولنے کا تو میں بہانہ کر کے آئی ہوں۔ جلدی سے میرا کمیشن دو اب.....!''

''اب ایسی بھی جلدی کیا.....؟'' منشی مسکرائے۔

''دیکھو منشی! میں فٹافٹ کام کرتی ہوں ادھار نہیں رکھتی۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''میرا ہزار پونڈ کا کمیشن بنتا ہے.....وہ دو.....!''

اُس کے ساتھ ہی اس نے منشی جی کے ہاتھ سے ایک گڈی بڑی پھرتی سے لپک لی اور اپنے پرس میں رکھتے ہوئے بولی۔

''اگر چاہتے ہو کہ اتنے ہی پیسے اور مل جائیں تو آج کل میں ہی سارے کمروں میں گیس ہیٹر لگوا لو۔ یہ گورے موسم کے بارے میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔ دس بارہ ہزار کے خرچے سے اتنے ہی اور مل جائے تو کیا برا ہے؟'' رضیہ نے انھیں دیکھا۔

''تو اس میں بھی کمیشن لو گی؟'' منشی کفایت اللہ نے جھٹ پوچھا۔

''تو اور کیا..... میں تمھیں اگر پہلے اطلاع نہ دیتی تو تم یہ سارا کھڑاگ کر سکتے تھے؟ تمھارے لونڈے تو بھیک مانگنے گئے ہوئے ہوتے.....!''

رضیہ نے منشی کو کھری کھری سنا دیں۔

''ارے تم تو بے وجہ ہی ناراض ہوئی جا رہی ہو۔ میں ابھی بلواتا ہوں بندہ، کل شام تک سب مکمل ہو جائے گا.....!''

''مجھے بتا دینا.....!'' رضیہ نے کہا۔ ''یہ لوگ اس ہفتے میں ہی واپس چلے جائیں گے.....!'' رضیہ نے تیزی سے کہا اور کھٹ کھٹ کرتی واپس چلی گئی۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

منشی کفایت اللہ نے میری طرف دیکھا اور بولے: ''کیا سمجھا؟''

''پتا نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا.....!''

''ایسے ذلیل لوگ ہوتے ہیں کہ یتیم خانے کی امداد میں سے بھی کمیشن لیتے ہیں۔ خدا غارت کرے اِن بدنیتوں کو.....!''

منشی کفایت اللہ نے غصے سے کہا۔ (جاری ہے)

جدید قدرتی جڑی بوٹیاں کشتہ جات سے علاج بنا کسی سائیڈ ایفیکٹ | ہمارا طریقہ علاج پانچ ہزار سال سے رائج ہے | 124000 پیغمبر اسلام کی سنت ہے | قرآن اور حدیث سے ثابت ہے

دنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں ہم نے جس کا علاج نہ پیدا کیا ہو (القرآن)

حکومت پاکستان سے منظور شدہ: رجسٹریشن نمبر 165773

ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ (گولڈ میڈلسٹ)

ورکشاپ لیکچرار، مختلف تعلیمی ادارے

حجامہ سیکھئے، بمع سرٹیفکیٹ

پریکٹیکل ماہر اساتذہ، 12 مضامین

- شوگر کتنی ہی کیوں نہ بڑھتی ہو ◆ انسولین ہی کیوں نہ لگتی ہو
- گنج پن، ہیئر فال سے نجات ◆ پرانے سے پرانے درد کا خاتمہ
- ہر طرح کی مردانہ و زنانہ کمزوریوں کا خاتمہ
- انگریزی ادویات اور اس کے سائیڈ ایفیکٹ سے چھٹکارا
- ہر طرح کے زنانہ، مردانہ پیچیدہ امراض سمیت بگڑے ہوئے امراض کے ماہر
- ہر قسم کے روحانی / نفسیاتی / دماغی امراض کا علاج اصل جڑی بوٹیوں سے
- تھائی رائیڈ مردانہ زنانہ ہارمون اور موٹاپے کا خاتمہ

تمام لاعلاج بگڑے ہوئے امراض کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے فائدہ اُٹھانے والے مریضوں کی ویڈیو ہمارے یوٹیوب چینل ڈاکٹر فہیم ہربلسٹ پر ضرور دیکھیں

شفاء یاب ہونے والے مریضوں اور نسخہ جات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے ہمارے Youtube چینل اور Facebook پیج کو لائک، شیئر اور سبسکرائب کیجئے۔

3 دن میں شوگر بلڈ پریشر / کمزوری کنٹرول قوت مدافعت بحال انشاء اللہ

حجامہ کا سامان دستیاب ہے DR FAHEEM HERBALIST

کراچی * کوئٹہ * ملتان * دبئی * شارجہ * کویت * سعودی عرب * بحرین

YouTube | facebook | Dr. Fahim Herbalist

کسی بھی قسم کے فری مشورے اور چیک اپ کیلئے

0307-5444381, 0313-3313381

غائب دماغ

ہمارے باورچی خانے سے کپ ایسے غائب ہوتے ہیں، جیسے گدھے کے سر سے سینگ.....اور غائب ہو کر کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟

یہ اُس دن ہمیں معلوم ہوا جب کپڑے پریس کرنے کے لیے استری کی جگہ کپ ہمارے ہاتھ میں آ گیا۔ یہاں تک کہ جوتوں کے لیے بستر کے نیچے جھانکا تو جوتوں کی بجائے کپ نظر آیا۔

اور ایک دن تو حد ہی ہو گئی۔ آپی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔ ایک ہاتھ میں چائے کا کپ لیے دوسرے ہاتھ میں کتاب پکڑے وہ مطالعے میں پوری طرح غرق تھیں۔

میں بھی پاس ہی بیٹھی بائیو کا سبق یاد کر رہی تھی۔

چائے ختم ہوئی تو محترمہ نے کپ میرے دائیں طرف رکھ دیا۔

کچھ دیر بعد جب میں اٹھ کر جانے لگی تو آپی نے مجھے روک کر کہا۔

''چائے پی ہی لی ہے تو اپنا جوٹھا کپ تو ساتھ لیتی جاؤ۔ انسان کو اب اتنا بھی غائب دماغ نہیں ہونا چاہیے۔''

آپی نے اپنے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھا کر اچھی خاصی ڈانٹ پلا دی اور ہم تھے کہ حیرت سے اُن کا منہ تکے جاتے تھے۔

.....☆.....

تو قارئین! جب ہمارے باورچی خانے سے ایک ایک کر کے تمام کپ غائب ہو جاتے ہیں تو گھر کا بچہ بچہ اپنی کمر کس لیتا ہے، ڈنڈا ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اور بہادر کمانڈو کی طرح 'کپ ڈھونڈ' مشن پر نکل پڑتا ہے۔

پھر بیڈ کے نیچے جھانکیں تو کپ، کھڑکی میں دیکھیں تو کپ، سیڑھیوں پہ کپ، چارپائی کے نیچے کپ، میز کے نیچے کپ۔ حتیٰ کہ آپی کی کپڑوں والی الماری کے اندر جھانکیں تو کپ۔

''حد ہے بھئی.....آخر تم کیوں بے چارے کپوں کو کچن بدر کیے رکھتی ہو.....؟!''

امی جان نے کہا۔ وہ بے شمار بار آپی کو سمجھا چکی تھیں کہ چائے پینے کے بعد کپ دھو کر واپس اُس کی جگہ پر رکھا جاتا ہے مگر ہر بار آپی کا ایک ہی جواب ہوتا:

''امی جان! میں اپنی طرف سے تو پوری کوشش کرتی ہوں مگر کیا کروں، ہر بار بھول جاتی ہوں۔'' وہ ایسے منہ بسورتے ہوئے کہتیں کہ امی جان چپ ہو جاتیں۔

.....☆.....

''آخر ایسا کیا کیا جائے کہ آپی کپ کو اُس کے اصل ٹھکانے پر رکھنا نہ بھولیں.....!''

ایک دن ہم سب گول میز کانفرنس سجائے کسی منصوبے کی تلاش میں تھے۔

''مجھے ایک آئیڈیا آیا ہے۔'' میں خوشی سے آگے کو ہوئی۔

''کہاں ہے؟'' جعفر نے اِدھر اُدھر دیکھا۔

میں نے اُس کے سر پر ایک چپت لگائی۔

''جلدی بتاؤ۔'' شہریار پر تجسس انداز میں آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولا۔

''ایسا کرتے ہیں، سارے کپ چھپا دیتے ہیں۔'' میں نے جوش سے کہا۔

''اِس سے کیا ہوگا؟'' جعفر نے منہ بنایا۔

''اِس سے یہ ہوگا بے وقوف کہ جب باورچی خانے میں کپ ہی نہیں ہوں گے تو آپی چائے کس میں پئیں گی؟''

میں نے پھر بڑا ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس کے سر پر چپت لگائی۔

وہ بے چارا اپنا سر سہلاتا رہ گیا۔

''اونہوں.....تمھارا آئیڈیا مجھے ایک آنکھ نہیں بھایا۔''

شہریار نے ناپسندیدگی سے منہ بنایا۔

''تو تم بتا دو۔'' میں چڑ گئی۔

سب سوچ میں پڑ گئے۔

''اچھا کیوں نہ وردہ والے آئیڈیا پر غور کر کے دیکھتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟''

جب کسی کو کچھ نہیں سوجھا تو صفورا بول اٹھی۔

میرا خیال ہے کہ وردہ والے آئیڈیے کے ساتھ میرا ایک آئیڈیا بھی شامل کر لو تو بہتر ہے، کیوں کہ اگر تم لوگ صرف اُس کے آئیڈیے پہ غور کرو گے تو وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اگر میرا آئیڈیا بھی ساتھ ملا لو تو کامیابیوں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلیں گے۔''

جعفر نے کچھ ایسے دانشوروں والے انداز میں کہا کہ ہم تینوں نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔

جعفر نے ہم تینوں کو گھورا۔

''اچھا بتاؤ پھر اپنا آئیڈیا۔'' شہریار نے کہا۔

''میرا آئیڈیا یہ ہے کہ کپ اور مگ کے ساتھ دودھ بھی چھپا دو۔ جب دودھ ہی نہیں ہوگا تو آپی چائے کس چیز کی بنائیں گی۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔'' صفورا نے چٹکی بجائی تو جعفر نے گردن اکڑالی۔

''اور کب تک رہے گا؟'' حسیب بھائی نے کمرے میں جھانکا۔

وہ کمرے سے باہر رہ کر بھی ہماری گول میز کانفرنس میں شریک تھے۔

''کیا مطلب بھائی؟'' میں نے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ روز روز تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ آخر وہ نہیں پیے گی تو تم لوگ تو بھی نہیں پی سکو گے۔''

''فی الحال ہم آج انھیں چائے نہیں پینے دینا چاہتے۔ ہم دیکھنا چاہتے کہ اُن کا گزارا چائے کے بغیر ہوتا ہے یا نہیں۔'' صفورہ بولی۔

''چلو..... دیکھتے ہیں۔'' حسیب بھائی کندھے اچکاتے ہوئے چلے گئے۔

ہم نے بھی گول میز کانفرنس ختم کی اور کمرے سے باہر نکل آئے۔

.....☆.....

عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ ہم سب بچے ہال میں بیٹھے اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے تھے، تب باورچی خانے کی کھڑکی سے آپی کی آواز آئی۔

''امی جان! آپ نے کپ کہاں رکھ دیے؟ یہاں مجھے ایک کپ بھی نظر نہیں آ رہا۔''

اور ہم سب یوں چوکنا ہو کر بیٹھ گئے، جیسے شکار کو دیکھ کر شکاری چوکنا ہو جاتا ہے۔

''امی جان یہاں نہیں ہیں۔'' میں زور سے بولی۔

''تو پھر کہاں ہیں؟''

''ہمیں کیا معلوم.....؟''

اُس کے بعد طویل خاموشی چھا گئی۔

ہم سب چپ چاپ بیٹھے باورچی خانے کی طرف کان لگائے رہے۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

اچانک ہاتھ میں شیشے کا گلاس تھامے آپی کمرے میں داخل ہوئیں۔

گلاس سے گرم گرم چائے نظر آ رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر ہم سب پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔

یہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ ہم سب تو کچھ اور ہی سوچے بیٹھے تھے۔ ہمیں معلوم تھا کہ آپی دن کا آخری اور شاید دسواں کپ عشاء کی نماز کے بعد پی کر سوتی ہیں تو ہم نے اُن کے آنے سے قبل دودھ کی پتیلی باورچی خانے سے غائب کر دی تھی۔ اماں چھت پر کسی کام سے گئی تھیں۔

''بھئی خیریت تو ہے؟..... یہ ہر وقت تڑ تڑ بولنے والی زبانیں خاموش کیوں ہیں؟''

آپی نے چائے کی ایک چسکی بھرتے ہوئے حیرت سے ہمیں دیکھا۔

''کچھ خاص نہیں، مگر آپ کو کپ یا مگ نہیں ملا جو آپ گلاس میں چائے پی رہیں؟''

شہریار نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

''یہ..... یہ چائے آج..... کھٹی کھٹی سی کیوں ہے؟''

آپی شہریار کی بات کا جواب دینے کی بجائے الجھن آمیز انداز میں بولیں۔

''یہ تو آپ کو ہی پتا ہوگا۔''

جعفر نے تلملاتے ہوئے کہا تھا۔ اُس کا آئیڈیا بھی ناکام ہوگیا تھا۔

''چلو جیسی بھی ہے، ہے تو چائے ہی نا۔''

''ارے یہ جو میں نے دہی جمایا تھا، اُس کی چائے کس بے وقوف نے بنالی؟''

باورچی خانے سے امی کی چلاتی ہوئی آواز آئی تو ایک طرف آپی کو اچھو لگ گیا اور گلاس نیچے گرتے گرتے بچا اور دوسری طرف ہم سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

آپی وہیں گلاس چھوڑ کر تیزی سے باورچی خانے کی طرف بھاگیں تو میں نے جعفر کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔

''اگر میرا آئیڈیا کارآمد نہیں ہوا تو تمھارا بھی نہیں ہوا۔''

وہ بے چارا سر سہلاتا رہ گیا۔

بہرحال ہم سب نے اُس دن ایک نتیجہ اخذ کیا کہ آپی، غائب دماغی اور چائے کا چولی دامن اور آستین کا سا ساتھ ہے۔ ☆☆☆

تقدیر کی بات

جس شخص کا اِس بات پر ایمان ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اُسی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے جو لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے تو اسے کسی ناگوار بات پر اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو اسے دائمی پریشانی اور حسرت میں مبتلا رکھے، بلکہ یہ چیز اُس کی تسلی کا باعث ہوتی ہے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا تھا، وہی ہوا اور یہ کہ اِس دنیا کی تکلیفیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اسی طرح اگر کوئی خوشی کا واقعہ پیش آتا ہے تو انسان اُس پر اترا کر تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا، اِس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ خوشی بھی محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اِس پر مجھے اترانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

طٰہٰ عبداللہ

جو شخص تقدیر پر ایمان رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ایک دھوکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یہاں کی خوشیاں اور یہاں کے غم سب آخرت کی خوشیوں اور غموں کے مقابلے میں بہت ہلکے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے: ''خوب سمجھ لو کہ اِس دنیوی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمھارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا اور دنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔'' ﴿سورۂ حدید﴾

آئیں دعا کریں کہ اللہ پاک ہر قسم کے عذاب سے امتِ محمدیہ کو نجات عطا فرمائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ علیہ السلام کی تمام سنتوں پر آجائے، آمین۔

آمنے سامنے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

❁ بچوں کا اسلام دس سال سے پڑھ رہا ہوں۔ خط بھی لکھتا تھا، چھپتے بھی تھے اور وہ رسالے ابھی میں نے سنبھال کر رکھے ہیں جن میں میرے خطوط شائع ہوئے۔ آج بھی بچوں کا اسلام بہت زیادہ شوق سے پڑھتا ہوں۔ یوں تو ہر لکھاری با کمال ہے، لیکن محترم جناب آئی جہ غلام رسول زاہد صاحب میرے پسندیدہ لکھاریوں میں سے ایک ہیں۔ ابھی ابھی مجھے پتا چلا کہ یہ تو میرے اپنے شہر قبولہ شریف کے ہیں تو پسندیدگی میں مزید اضافہ ہوگیا کہ ہمارے شہر کی مٹی بھی زرخیز ہے ماشاءاللہ! میرے اندر بھی لکھنے کا جذبہ جاگ اٹھا۔ (جنید عارفی۔ قبولہ شریف)

ج: اِس سے قبل کہ جذبے صاحب دوبارہ خراٹے لینے لگیں، آپ جلدی سے لکھنا شروع کردیں۔ یوں قبولہ شریف سے دودو شریف قبول ہوجائیں گے۔

❁ میں 2007ء سے بچوں کا اسلام کی خاموش قاریہ ہوں۔ نیا سلسلہ وار ناول 'سرمد' بہت اچھا جارہا ہے باقی ساری کہانیاں بھی ایک سے بڑھ کر ایک ہوتی ہیں۔ گزارش ہے کہ سید بلال پاشا کو بھی ذرا نیند سے اٹھادیں۔ (اخت عبداللہ سومرو۔ رحیم یار خان)

ج: سالنامے کے لیے اٹھایا تو ہے۔ اللہ کرے جاگ جائے۔

❁ 'وہ دن' کہانی پڑھی۔ پڑھتے ہوئے ہم ہنستے رہے۔ 'سرمد' پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ بچے بہت باہمت ہیں۔ باقی سب تحریریں بھی مفید اور شاندار تھیں۔ آمنے سامنے میں ضیاء اللہ مروت صاحب کا آپ کو دعا دینا اور پھر جواباً آپ کی طرف سے بھی انھیں اِس خوب صورت تحفے سے نوازنا بہت پسند آیا۔ ایک گزارش ہے کہ جہاد کے موضوع پر بھی وقتاً فوقتاً کہانیاں لگاتے رہا کریں جیسا کہ پچھلے سالنامے میں 'وفا کی راہوں میں' تھی۔ (بنتِ انیس الرحمٰن۔ حضرو)

ج: ہزارویں نمبر میں جہاد کے موضوعات پر کئی بہترین تحریریں ہوں گی ان شاءاللہ تعالیٰ!

❁ ہمارے بھائی کی خواہش ہے کہ اگلا سالنامہ 'اسلامی کھیل نمبر' ہونا چاہیے، مگر 'دستک' پڑھنے کے بعد ہم یہ کہیں گے کہ ایک عدد 'بے تکلفی نمبر' بھی ہونا چاہیے۔ کہانیوں میں 'ایک چمکتا ستارہ' بہت پیاری کہانی تھی۔ ناصر محمود بیگ نے محبت اور شفقت سے بھرپور انداز میں بچوں کو فلکیات سے متعلق اہم معلومات سے آگاہ کیا۔ امید ہے وہ آئندہ بھی فلکیات سے متعلق تمام اہم معلومات یونہی کہانیوں کی صورت میں پیش کرتے رہیں گے۔ دوستوں کی باہمی محبت کو اجاگر کرتی انعم جمیل کی 'کھوے سے کھوا چھلنا' بھی کمال کی تحریر تھی۔ 'خیر کے پھول چنو' بھی اچھی کاوش تھی۔ اعظم طارق کوہستانی کی 'لڑاکو بہن' زبردست رہی۔ (محمد طلحہ ساجد۔ قدیر آباد، ملتان)

ج: بھلا یہ اسلامی کھیل اور غیر اسلامی کھیل کون سے ہوتے ہیں؟۔ ہاں کسی کھیل میں اگر کچھ شرعی حدود ٹوٹتی ہوں تو اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔

❁ فیصل چاچا! ہماری کوشش ہوتی ہے کہ خط نہ لکھا کریں یا کم لکھا کریں یا اگر لکھیں تو بہت مختصر لکھیں تاکہ دوسروں کو بھی موقع مل سکے۔ بچوں کا اسلام ماشاءاللہ بہت ہی اچھا چلا رہے ہیں آپ۔ آپ کی دستک بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ آپ کا شوخ پن بھی بہت پسند آتا ہے جزاک اللہ! 976 میں سرورق کہانی بہت زبردست رہی۔ خطوط کے جوابات بھی سب بہت اچھے لگتے ہیں۔ (محمد احمد، محمد حسن۔ کراچی)

ج: آپ کی نیت جذبہ بہت اچھا اور اُس کی وجہ سے مختصر اور جامع لکھنا بھی بہت خوب، مگر کم لکھنا یا بالکل ہی نہ لکھنا غیر ضروری ہے۔ لکھتے رہا کیجیے۔ شکریہ!

❁ آپ کی مصروفیت کا پورا احساس ہے، اِس لیے طویل خط لکھنے کے لیے پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔ جیل میں ہونے کی وجہ سے باقاعدگی سے رابطہ رکھنا فی الحال ممکن نہیں، اس لیے خط طویل ہوجائے تو درگزر کیجیے گا۔ آپ کے زیرِ ادارت دونوں رسالے ماشاءاللہ بہترین جارہے ہیں اور ملک بھر میں مقبولیت کے ساتھ ساتھ یہاں سینٹرل جیل میں بھی بہت مقبول ہیں۔ ہم لوگ کل 42 افراد ہیں اور 6 کے پاس یہ رسائل لگے ہوئے ہیں۔ باری باری یہاں پڑھنے کے بعد بھی رسالے گھروں کو بھیجے جاتے ہیں، جہاں گھر والے پہلے ہی منتظر ہوتے ہیں۔ بہت سی تحریریں پچھلے دنوں ایسی گزری ہیں، جن کے محرر کا نام لکھ کر تعزیت کرنا چاہتا تھا، لیکن ان کے عناوین و لکھاریوں کے نام یاد نہیں۔ آئندہ ان شاءاللہ رسالہ گھر بھیجنے سے پہلے عنوان و لکھاری کا نام لکھ لیا کروں گا۔ آپ کی تحریر کردہ ایک دستک کا یہاں ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو مجھے بہت مفید لگی۔ آپ نے جہاد کے حوالے سے خلوصِ نیت اور علماء ربانیین سے رہنمائی کے بارے لکھا تھا۔ بہت اچھا اور مفید لگا ماشاءاللہ۔ سب لکھنے والے ماشاءاللہ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ہمیں بالخصوص پروفیسر محمد اسلم بیگ، محترمہ عامرہ احسان، ام محمد سلمان، کاوش صدیقی، صدیقی سسٹرز اور عتیق احمد صدیقی کی تحریریں بہت زیادہ پسند ہیں۔ محترمہ ریحانہ تبسم فاضلی کا نام بھی انتہائی پسندیدہ لکھاریوں میں شامل ہے۔ مزاحیہ تحاریر کا معیار بالخصوص بہت ہی اچھا ہے۔ 'سرمد' ناول ہمارے پورے وارڈ کا پسندیدہ ہے۔ پہلے کے مقابلے میں یہاں روزنامہ اسلام کے خریداروں میں اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ معیار کا ماشاءاللہ مسلسل ترقی کرنا ہے۔ زبان و بیان سیریز بھی بہت مفید سلسلہ ہے۔ قصص النجوم اور فاتحین قدم بقدم شاندار جارہے ہیں۔ سید عزیز الرحمٰن کا درس سیرت بھی منفرد انداز میں بہت زبردست جارہا ہے۔ ایک کہانی چھ، سات ماہ پہلے 'فسانے بنتے کئی زمانے' کے نام سے چھپی تھی۔ کیا بتاؤں، بہت پسند آئی، یوں لگا ہماری زوجہ محترمہ کا حال لکھا ہے۔ بہت صابر اور باوفا اہلیہ اللہ پاک نے عطا فرمائی ہیں۔ اکثر اپنی پسندیدہ تحاریر کا تذکرہ ان سے کرتا ہوں اور خط لکھنے کا کہتا رہتا ہوں۔ اللہ کرے ہمت کریں۔ کافی عرصہ پہلے خواتین کا اسلام میں عمرہ کا ایک سالنامہ چھپا تھا، عنوان و لکھاری کا نام یاد نہیں، شاید لُنڈ سے تھا۔ بہت پسند آیا۔ اللہ پاک قادر ہیں کہ ہمیں بھی ان مبارک مقامات کی زیارت نصیب فرمائیں اور آپ سمیت تمام مسلمان جو وہاں جانے کے مشتاق ہیں، سب کو اپنے در کی حاضری نصیب فرمائیں، آمین! سالنامے میں ایک تحریر 'سرپرائز' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ بالکل پسند نہیں آئی۔ میرے خیال میں سالنامہ اِس کہانی کے بغیر بھی مکمل اور شاندار تھا۔ دینِ اسلام کے ساتھ محبت اور اُسی کے لیے ہی قربانی کا جذبہ اجاگر کیا جانا چاہیے۔ ویسے مصنف کی دوسری کہانیاں اچھی لگیں۔ 'چاند میاں' کا کردار ہمیں بہت پسند ہے۔ مجھے اس میں اپنے بیٹے محمد حسن معاویہ کا عکس نظر آتا ہے۔ سائنس کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ سالنامے میں شائع ہونے والی 'ڈی کمپوزیشن' اُن سب میں زیادہ اچھی رہی۔ عامرہ احسان صاحبہ کی تحریروں کا انتظار رہتا ہے۔ جو تعریف کی، رسالہ اس سے زیادہ کا حق دار ہے اور جو تنقید کی، وہ دلی ہمدردی اور محبت کے ساتھ کی ہے۔ (ابوالحسن محمد طاہر رشید)

ج: بہت بہت شکریہ جناب! آپ کی تعریف اور تنقید دونوں سر آنکھوں پر۔ سینٹرل جیل میں مطالعے کا ایسا ذوق پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔ اللہ پاک آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو دنیا آخرت کی ہر قید اور ہر بوجھ سے آزادی نصیب فرمائے، آمین!۔ آئندہ بھی خط لکھتے رہیے گا، اور اپنے تمام ساتھیوں کو سلام کہیے گا۔

❁ چاچو جان! میرا نام امّ ایمن ہے۔ میں چوتھی جماعت میں پڑھتی ہوں۔ میں بچوں کا اسلام شوق سے پڑھتی ہوں۔ 'کھڑوس کھمبا' کہانی بہت اچھی لگی۔ یہ میرا کسی بھی رسالے میں پہلا خط ہے۔ یہ رسالہ اتنا اچھا ہے کہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ (ام ایمن۔ تھانہ رتیڑہ)

ج: ام ایمن! آپ کا اتنا بیان بھی کافی ہے۔ جیتی رہو۔

❁ انکل! میں جماعت چہارم میں پڑھتی ہوں۔ مجھے بچوں کا اسلام بہت اچھا لگتا ہے۔ آپ سے 1000 واں سالنامہ نکالنے کی دل کی گہرائیوں سے درخواست ہے۔ کیا میں کچھ لکھ سکتی ہوں اپنے شمارے کے لیے۔ (مسفرہ عبدالغفور۔ کبیر والا)

ج: واہ بھئی، مسلسل دوسرا خط چہارم جماعت کی بچی کا۔ آپ کی درخواست پر عمل کرلیا ہے۔ آپ بھی ضرور "کچھ" لکھ کر بھیجیے گا۔

❁ مدیر بھائی ایک اہم بات آپ سے پوچھنی ہے، تقریباً 300 کے قریب جواہرات سے قیمتی ہم آپ کو بھیج چکے ہیں۔ سوائے 10 کے کوئی شائع نہیں ہوئے۔ اِس کی آخر کیا وجہ ہے؟ ایک بات اور بھی وہ یہ کہ کیا ہم مستقل لکھتے رہیں تو لکھنے کی صلاحیتیں پیدا ہوسکتی ہے؟ کس قسم کی

تحریریں ہمیں پہلے لکھنی چاہییں۔ کہانیاں یا مضامین؟ (عائشہ انجم۔ ملتان)

ج: اب یاد تو نہیں کہ کیا وجہ ہے؟ شاید باقی کے 290 'جواہرات' سے زیادہ قیمتی نہ ہوں گے؟ یا پھر ایسے اقوال ہوں گے جو بار بار چھپتے رہتے ہیں۔ آپ کو یا کسی بھی لکھنے والے کو ابتدا مضامین سے کرنا چاہیے۔

رسالہ الحمدللہ! زبردست جا رہا ہے۔ 'دھوبن چڑیا' نے بھی خوب کپڑے دھوئے۔ 'کھڑوس کھمبا' کو بھی آخر کار عقل شریف آ ہی گئی۔ 'کراماتی چھتری' پڑھ کر ہمیں بھی پتا چل گیا کہ چھتری کی کرامات آخر ہیں کیا۔ 'حجا اور فقیر' پڑھ کر تو ہمارے قہقہے پھوٹ پڑے۔ آپ ایک ہفتے میں دو رسالے 'بچوں کا اسلام' اور 'خواتین کا اسلام' کیسے نکال لیتے ہیں؟ (محمد طلحہ۔ ملتان)

ج: آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہتی ہے اور بس۔

'بدلہ' میں پر مزاح انداز میں بہت اچھا سبق تھا۔ عشرت جہاں کا یہی انداز ہمیں اچھا لگتا ہے کہ مزاح کے ساتھ ساتھ اچھا سا سبق بھی مل جائے۔ 'یادوں کے گلاب' بہت زبردست لگی۔ مفتی آصف محمود قاسمی کا خط پڑھ کر اگر آنکھوں میں آنسو آ گئے تو 'وہ دن' نے خوب ہنسایا۔ 'سرمد' ناول زبردست ہے۔ 'آمنے سامنے' میں پندرہ تبصرے تھے۔ 'صادق آباد' کے بارے میں کافی معلومات ملیں۔ (فاطمہ عمران۔ 8 چک درکھانہ)

ج: چک 8 درکانہ کے بارے میں نہ سہی، اپنی تحصیل کے بارے میں کچھ آپ بھی لکھیں۔

مجبور بیٹے کی درخواست پڑھ کر غمگین ہو گئے۔ اللہ اُن کے والد کو جنت الفردوس نصیب کرے، آمین! محمد رمضان شاکر صاحب کی نظم نے کیا یاد دلا دیا۔ حافظ جی اور حافظ صاحب دونوں بہت اچھی کہانی لے کر آئے۔ 'سرمد' کے تو کیا ہی کہنے۔ 'نیوز چینل' نے بھی اپنا مکھڑا دکھایا۔ (حمنہ شفیق۔ خان پور شمالی)

ج: حافظ جی اور حافظ صاحب دونوں ہی بہت 'نائس پرسن' ہیں جی!

مدیر بھیا! 'سرمد' اگر ہنسا رہا ہے تو بچوں کو پڑنے والی مار رلا بھی رہی ہے۔ دل کٹ کے رہ جاتا ہے۔ 'وہ دن' واقعی یادگار دن تھا۔ 'جغرافیہ' نے معلومات میں اضافہ کیا۔ دستک نے دی دل پر دستک۔ (عائشہ عبدالغفور۔ کبیر والا)

ج: اب آگے اِن شاء اللہ سرمد آپ کو ہنسائے گا زیادہ، رلائے گا کم۔

میرا نام منزہ بتول ہے۔ میں دوسری جماعت کی طالبہ ہوں۔ چاچو جان! بچوں کا اسلام میں کہانی سے پہلے عنوان 'کھڑوس کھمبا' دیکھ کر ہم بہت مسکرائے۔ یہ رسالہ ہمیں بہت اچھا لگتا ہے۔ اچھا چاچو جان! اب میں اس تبصرے کو ختم کر رہی ہوں، میں نے ہوم ورک کرنا ہے۔ ہمارا خط ضرور شائع کرنا۔ بہت دعائیں دوں گی۔ (منزہ بتول۔ تھانہ رتیڑہ)

ج: واہ 'ہوم ورک' کا اتنا خیال کہ تبصرہ فوراً ختم کر دیا۔ اللہ آپ کو 'آخرت ورک' کے لیے بھی قبول فرمائے، آمین! ویسے آپ شاید ام ایمن کی چھوٹی بہن ہیں۔

بچوں کا اسلام اور ہم' اچھا سلسلہ شروع کیا ہے۔ 'صادق آباد' پر ہم لکھنے کا سوچتے رہ گئے اور تماضر آپی نے لکھ دیا۔ بہت اچھا لکھا۔ پڑھ کر ہمارا دل مٹھائی کھانے کو چاہنے لگا۔ بنت محمد صدیق کی 'حوصلہ' کہانی بھی اچھی تھی۔ (عروبہ شفقت۔ صادق آباد)

ج: اسی لیے سیانے کہتے ہیں، نیک کام میں دیر کیسی۔ آئندہ صرف سوچتی نہ رہ جایئے گا!

حاتم طائی کے قصے تو پڑھے ہیں، لیکن اِس طرح کی مہمان نوازی، ایثار کی اعلیٰ صفت کو ظاہر کر رہی ہے۔ محمد عبدالہادی کا مسلمان بچوں سے متعلق تجربہ پڑھ کر افسوس کر سکتے ہیں۔ شمارہ 972 مل نہ سکا۔ غائب ہو گیا یا کر دیا گیا۔ شمارہ 973 کا سرورق بھی دل چسپ ہے اور کہانی بھی شاندار ہے۔ 'عجیب اور دل چسپ عادتیں' انتخاب بہت خوب اور تصویروں نے بھی چار چاند لگا دیے۔ چیتے صاحب کی ڈائننگ کے بارے میں پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ محاورہ کہانی اور خیر کے پھول بھی پسند آئے۔ سالنامے پر ساجدہ غلام محمد کا طویل اور جامع تبصرہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ ہر چھوٹی بڑی تحریر پر جم کر تبصرہ کیا ہے۔ تمام بہنوں بھانجیوں کو دعائیں۔ خدا ان کا نصیب اچھا کرے اور اچھے قدر دانوں سے واسطہ پڑے۔ (عشرت جہاں۔ لاہور)

ج: ہائیں غائب کر دیا گیا؟!۔ ذرا جاسوسی کیجیے کہ اِس جرم کے پیچھے کون ہے۔ بہنوں بھانجیوں کو دی گئی دعائیں بہت اچھی لگیں۔ اللہ قبول فرمائے، آمین!

'سلطان محمود غزنوی' کا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ایک اور تاریخی ناول شروع ہو گیا ہے۔ دستک کے آخر میں آپ نے بہت اچھا مشورہ دیا۔ 'جھاوریاں' کی تاریخ بہت اچھی رہی۔ 'کامیابی کا راز' میں ہمارے لیے بہت بڑی عبرت ہے۔ 'سرمد' بھی بہت اچھا ناول ہے، مگر قسط اِس بار چھوٹی سی تھی۔ 'مسکا کا مسئلہ' بھی اچھی کہانی تھی۔ 'وہ ایک کھیل' پڑھ کر اپنا بچپن یاد آ گیا۔ (حمیرا ابوبکر۔ جام پور)

ج: سرمد بہت طویل ناول ہے، اسی لیے اِس کی اقساط کافی طویل لگاتے ہیں۔ اللہ کرے خاص نمبر سے قبل ہم ناول کو سمیٹ سکیں۔

آپ کو یہ جان کر بہت خوشی ہوگی کہ اس بار ہمارے ایک واقف جو بچوں و خواتین کا اسلام کے مستقل قاری بھی ہیں، نے اپنے جان پہچان کے گھروں اور دوستوں سے چندہ جمع کر کے سالانہ کتب میلہ سے اڑتیس کتابوں پر مشتمل سیٹ منگوایا ہے۔ ہمارے مشورے سے انھوں نے کتابوں کی فہرست کا چارٹ بنا کر فوٹو کاپیاں گھروں میں بھیجی ہیں۔ جس ساتھی کو جو کتاب پڑھنی ہوتی ہے، وہ اپنا نام پتا رابطہ نمبر ڈائری میں لکھوا کر مطلوبہ کتاب پڑھنے کے لیے لے جاتا ہے۔ یوں کتاب محفوظ بھی رہتی ہے اور مطالعے کا ذوق بھی اجاگر ہو رہا ہے۔ الحمدللہ! مختلف موضوعات کی کتابیں پڑھنے کے شوقین قاری حضرات جنھیں جیب خرچ اجازت نہیں دیتی۔ وہ اپنے علاقوں میں ایسا ماحول بنا سکتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کی دنیا میں لائبریری کا نام و نشان تک نہیں رہا۔ اِن حالات میں یہی سستا ذریعہ ہے۔ شمارہ 973 میں 'ایک چمکتا ستارہ' تحریر بہت پسند آئی۔ یقین مانیں جو باتیں اسکول کے دور میں سائنس کے پیریڈ میں سمجھ نہ آتی تھیں وہ ناصر بھائی کی فلکیاتی کہانی سے سمجھ میں آ گئیں۔ 'خیر کے پھول چنو' تربیت اولاد پر نہایت پر اثر دلچسپ مکالماتی تحریر تھی۔ 'لڑاکو بہن' تحریر پڑھ کر بے ساختہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ (حافظ محمد عثمان علی۔ للیانی سرگودھا)

ج: آپ نے اُن صاحب کا نام نہیں لکھا۔ ہم اتنے خوبصورت جذبے اور محنت پر نام لے کر انھیں داد دیتے۔ بہت اچھی ترتیب بنائی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی محنت اور جذبے کو قبول فرمائے، آمین!

دستک پڑھتے ہی تکلف کو بالائے طاق رکھ کر بے تکلفی سے تمام رسالہ 20 منٹ میں ختم کر ڈالا۔ اثر صاحب کی نظم بہت اچھی لگی۔ عائشہ غضنفر اللہ آپی کی تحریر بھی جاندار تھی۔ مجبور بیٹے کی درخواست پوری کی۔ 'زیر و زبر' پڑھتے ہوئے ہنسی آئی۔ 'صاحب کا مہمان' حافظ جی کے قلم سے نکلی سچی روداد حیران کر گئی۔ 'سندر سپنا' میں امی جان کے استفسار پر سلمان کا جواب آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ 'کتب میلہ' پہلے ہی لوٹ لیا تھا تب ہی اِس بار کتب میلہ پرانا پرانا سا لگا۔ (بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: اب کتب میلہ نمبر ۲ کی بات کر رہی ہیں، مگر ابھی جو دو ہفتے قبل عید پر کتب میلہ لگا تھا، اُس میں تو ساری نئی کتب تھیں۔

شمارہ 974 سامنے ہے۔ کیا زبردست شمارہ ہے۔ ایک تو شمارہ بہترین اور ہمارے پڑھنے کا وقت بھی آج بہترین تھا یعنی صبح کا وقت! بہت مزہ آیا۔ 'صاحب کا مہمان' عنوان پڑھا اور فوراً عادت کے مطابق لکھاری کا نام پڑھا۔ اوہ یہ تو حافظ جی کے قلم سے ہے۔ فوراً پڑھنا شروع کر دیں۔ بہت دلچسپ قصہ تھا۔ دوسرے حافظ صاحب کی 'سندر سپنا' بھی بہت خوب تھی، لیکن عنوان کچھ اچھا نہ لگا، یعنی اپنے اسلامی رسالے کے مطابق نہ تھا۔ باقی 'سرمد' اور 'سلطان محمود غزنوی' کی تو بات ہی کچھ اور ہے تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے، اور اتنے دنوں بعد اپنا پسندیدہ سلسلہ بھی اس شمارے کی خوب صورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔ یعنی 'نیوز چینل'۔ (حفصہ بنت عبدالمجید)

ج: سندر اور سپنا اب اردو کے ہی الفاظ ہیں۔ ہندی سے دخیل یہ الفاظ شعر و نثر میں عام ہیں۔ اِن میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ عام بول چال میں ہمیں ان کے مترادف الفاظ: خوبصورت، حسین اور خواب زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ ہاں وہ خالص ہندی الفاظ جو اردو میں مستعمل نہیں، مثلاً مورکھ، چتاونی، پاپ، پن، کشٹ وغیرہ، اِن کا استعمال بالکل ناجائز سمجھتے ہیں۔

سرمد

27

آزادی کے متوالے ان بچیوں کی شاہکار کہانی جو ایک جلاد صفت صیاد کے قفس میں قید تھے!

کاوش صدیقی

آج پہلی بار میں دل سے رفیق کے منصوبے میں شامل ہونے کے لیے تیار تھا۔

گلشنِ یتیم کے جہنم سے فرار اب نزدیک تھا۔

تقریباً دو ڈھائی گھنٹے میں ہم نے مل کے ساری عمارت اندر سے چمکا دی، یوں لگ رہا تھا جیسے بلڈنگ نئی نئی سی ہوگئی ہے۔

ہم سب نے منہ ہاتھ دھو کے کھانا کھایا اور کھانا کھاتے ہی سو گئے۔

صبح ہمیں منشی نے آوازیں دے دے کر اٹھایا۔

''ارے اب کیا قیامت کے دن اٹھو گے؟ کم بختو تمھیں آواز نہیں سنائی دیتی.....!''

منشی کفایت اللہ دروازے پر کھڑے چلا رہے تھے۔

سب سے پہلے میری آنکھ کھلی، پھر سارے ہی اٹھ گئے۔

''منشی جی! رات بری طرح تھک گئے تھے۔ قسم سے کھانا کھا کے سوئے تو پھر خبر ہی نہ رہی.....!'' شیدا ٹلی نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''ذرا چاروں طرف دیکھو تو سہی، کیا چم چم ہو رہا ہے۔''

کالو جادوگر نے چاروں طرف آنکھیں گھمائیں۔

''صفائی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ دیگر ذمے داریوں سے ہاتھ دھو لے۔''

انھوں نے کہتے ہوئے مجھے اشارہ کیا۔

''سرمد! تُو فٹافٹ نیچے آ کے سب کے لیے کپڑے لے لے۔''

''پتا تو چلے کون آ رہا ہے؟'' رفیق لنگڑے نے زور سے پوچھا۔

''تیری اماں کے سسرال والے آ رہے، بول کیا کھلائے گا انھیں؟''

منشی کفایت اللہ بے ہودہ سا جواب دے کر نیچے سیڑھیاں اتر گئے۔

ہم سب ہنسنے لگے۔

رفیق کھسیا کے غسل خانے میں گھس گیا۔

''شیدے! تو ذرا جا کے چائے چڑھا دے اور دال گرم ہونے کو رکھ دے۔'' میں نے کہا۔ ''میں نیچے جا رہا ہوں منشی جی سے کپڑے لینے.....!'' یہ کہہ میں نیچے اتر آیا۔

منشی کفایت اللہ الماری کھولے کھڑے تھے۔ یہ الماری میز کے بالکل پیچھے تھی۔ جب کہ وہ الماری جو رات میں کھلی رہ گئی تھی، سب سے آخر میں تھی۔ یہ تمام دیوار میں بنی ہوئی الماریاں تھیں، جنھیں بند کرتے ہی وہ لاک ہو جاتی تھیں۔

میں منشی جی کے پاس جا کے کھڑا ہو گیا۔ وہ الماری میں سر گھسائے کھڑے تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ سن کے بولے۔ ''آ گیا تُو.....!''

''جی.....!''

تندور والے ہال کی صفائی اچھی طرح کر دی ہے.....!'' انھوں نے پوچھا۔

''جی آپ چاہیں تو چیک کر لیں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''اچھا..... اچھا زیادہ کارکردگی نہ جھاڑ.....!'' انھوں نے کہا اور بولے:

''کتنے ہو تم لوگ؟''

حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے، مگر ہر بات کی بار بار تصدیق کرنا اُن کی عادت تھی

''جی ہم سب ملا کے چھے ہیں اور ساتواں سب سے چھوٹا جمیل ہے.....!''

میں نے جواب دیا۔

''اچھا یہ لے سب کے لیے کپڑے لے جا اور نوید راشد اور جمیل کو کپڑے پہنا کر مدرسے میں بٹھا دے۔ دلاور آئے تو کہنا نئے برتن نکالے اور کھانے کے لیے ایک بڑی الماری میں سامنے سجا دے۔ تم لوگ بھی اُسی میں کھانا پینا۔ لیکن خیال سے، اگر ایک چمچ بھی کم ہوا یا پھر ایک پیالی یا پرچ ٹوٹی تو سمجھو تم لوگوں کی ہڈیاں گئیں.....!''

انھوں نے سخت لہجے میں تنبیہ کی۔

''جی بہتر.....!'' میں کپڑے سنبھال کے اوپر چلا آیا۔

''نیچے پورے ہال میں اگربتیوں کی خوشبو مہک رہی تھی۔

حسبِ معمول منشی نے سب سے پہلے آتے ہی اگربتی جلائی تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ ایک بار رفیق نے بتایا تھا اور اسے شاید دلاور سے پتا چلا تھا کہ منشی کی ناک کچھ ناکارہ ہے، انھیں خوشبو بدبو بہت کم نہ ہونے کے برابر محسوس ہوتی ہے۔ اُس کے باوجود وہ روزانہ آتے ہی اگربتی جلاتے تھے، شاید خوشبو سے زیادہ وہ اِس عمل کو برکتوں سے جوڑتے تھے۔

میں نے اوپر آ کر سب کے کپڑے اُن کے حوالے کیے اور دلاور کے پاس پہنچ گیا۔

نئے برتن بڑی احتیاط سے الماری سے نکالے جاتے تھے۔ چینی کے چمک دار برتن جو ہمیشہ ایسے لوگوں کے سامنے نکالے جاتے جو بڑے خاص لوگ ہوتے تھے۔ انھیں دکھایا جاتا تھا کہ گلشنِ یتیم میں بچوں کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔ عمدہ کپڑے، اچھے برتن، اچھے کھانے وغیرہ کا اچھا سا ڈرامہ رچایا جاتا۔ اُس کے نتیجے میں اکثر بڑا چندہ وصول ہوتا تھا۔

ہم لوگ جلدی جلدی ناشتا کر کے کپڑے پہن کے تیار ہو گئے۔

اُس وقت ہم سب یتیم خانے کے لڑکوں کے بجائے اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کے لڑکے دکھائی دے رہے تھے۔

ہمارے سونے کے کمرے میں بھی چارپائیوں پر عمدہ قسم کے کمبل، چادر، تکیے موجود تھے۔ غرض یہ کہ اِس وقت گلشنِ یتیم واقعتاً ایک گلشن کا منظر پیش کر رہا تھا۔

ذرا دیر میں دلاور اندر داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی تھا۔ اُن کے ہاتھوں میں چار پانچ گلدستے تھے، جو انھوں نے ہمارے کمروں میں بچھی چارپائیوں کے درمیان میز پر رکھ دیے۔

ایک بڑا سا گلدستہ منشی کی میز پر بھی لگا دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ہمارے کمرے میں شیشے کی الماری میں بسکٹ، چاکلیٹس، دودھ کے

باقی صفحہ 10 پر